وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

یہ رونے کا وقت ہے نہ سونے کا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”کیا ابھی اُس آخری مصیبت کا وہ وقت نہیں آیا جو (دین حق) کے لئے دُنیا کے آخری دنوں میں مقدر تھا۔ کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ اِس سے بڑھ کر کوئی اور زمانہ بھی آنے والا ہے جو قرآن کریم اور احادیث کی رُو سے ان موجودہ فتنوں سے کچھ زیادہ فتنے رکھتا ہوگا۔ سو بھائیو تم اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور خوب سوچ لو کہ وقت آ گیا اور بیرونی اور اندرونی فتنے انتہا کو پہنچ گئے۔ اگر تم ان تمام فتنوں کو ایک پلہ میزان میں رکھو اور دوسرے پلہ کے لئے تمام حدیثوں اور سارے قرآن کریم میں تلاش کرو تو اُن کے برابر کیا اُن کا ہزارم حصہ بھی وہ فتنے قرآن اور حدیث کی رُو سے ثابت نہیں ہوں گے پس وہ کونسا فساد کا زمانہ اور کس بڑے دجال کا وقت ہے جو اس زمانہ کے بعد آئے گا اور فتنہ اندازی کی رُو سے اس سے بدتر ہوگا۔“......

”اے سونے والو بیدار ہو جاؤ۔ اے غافلو اُٹھ بیٹھو کہ ایک انقلاب عظیم کا وقت آ گیا۔ یہ رونے کا وقت ہے نہ سونے کا۔ اور تضرع کا وقت ہے نہ ٹھٹھے اور ہنسی اور تکفیر بازی کا۔ دُعا کرو کہ خداوند کریم تمہیں آنکھیں بخشے تا تم موجودہ ظلمت کو بھی بتمام وکمال دیکھ لو اور نیز اُس نور کو بھی جو رحمت الٰہیہ نے اُس ظلمت کے مٹانے کے لئے تیار کیا ہے۔ پچھلی راتوں کو اُٹھو اور خدا تعالیٰ سے رو رو کر ہدایت چاہو۔“

(دافع الوساوس۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 52 تا 54)

تلاوت قرآن کریم

(مکرم حافظ عبدالہادی صاحب۔ ربوہ)

تلاوت قرآن کی اہمیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہوگی جب کہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت (دین حق) کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہونگی۔'' (الحکم 17 اکتوبر 1900ء صفحہ 5)

پھر فرماتے ہیں:-

''قرآن شریف تدبر و تفکر و غور سے پڑھنا چاہیے حدیث شریف میں آیا ہے۔ رُبَّ قَارٍ یَلْعَنُہُ الْقُرْاٰنُ یعنی بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں۔ جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے۔ اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر و غور سے پڑھنا چاہیے اور اس پر عمل کیا جاوے۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 157)

قرآن کریم کی تلاوت کی غرض

آپ مزید فرماتے ہیں:

لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں مگر طوطے کی طرح سے یونہی بغیر سوچ سمجھے چلے جاتے ہیں...... نہ خود کچھ سمجھتا ہے اور نہ سننے والوں کو پتہ لگتا ہے۔ اسی طرح پر قرآن شریف کی تلاوت کا طریق صرف یہ رہ گیا ہے کہ دو چار سپارے پڑھ لئے اور کچھ معلوم نہیں کہ کیا پڑھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ سُر لگا کر پڑھ لیا اور ''ق'' ''ع'' کو پورے طور پر ادا کر دیا۔ قرآن شریف کو عمدہ طور پر اور خوش الحانی سے پڑھنا یہ بھی ایک اچھی بات ہے۔ مگر قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر کرے۔ یہ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب و غریب اور سچا فلسفہ ہے۔ اس میں ایک نظام ہے جس کی قدر نہیں کی جاتی۔ جب تک نظام اور ترتیب قرآنی کو مدنظر نہ رکھا جاوے۔ اس پر پورا غور نہ کیا جاوے۔ قرآن شریف کی تلاوت کے اغراض پورے نہ ہوں گے۔'' (الحکم 31 مارچ 1901ء صفحہ 3)

تلاوت قرآن شریف دل کی سختی کا علاج ہے

پھر ایک اور مقام پر فرمایا:

''انسان کو چاہیے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے۔ جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور ان بداعمالیوں سے بچے جس کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی۔

بلا مددِ وحی کے ایک بالائی منصوبہ جو کتاب اللہ کے ساتھ ملاتا ہے۔ وہ اس شخص کی ایک رائے ہے جو کہ کبھی باطل بھی ہوتی ہے اور ایسی رائے جس کی مخالفت احادیث میں موجود ہو۔ وہ محدثات میں داخل ہوگی۔ رسم اور بدعات سے پرہیز بہتر ہے۔ اس سے رفتہ رفتہ شریعت میں تصرف شروع ہو جاتا ہے۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اُس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبر میں لگاوے۔

دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمت الٰہی میرے بھی شامل حال ہو۔

قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے۔ پھر آگے چل کر اور قسم کا چنتا ہے۔ پس چاہیے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے۔'' (ملفوظات جلد 3 صفحہ 519)

❁❁❁❁❁

تاریخ انبیاء

انبیاء ورسل اور آئمہ کے آنے کی غرض

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

''یاد رکھنا چاہیے کہ انبیاء و رسل اور آئمہ کے آنے سے کیا غرض ہوتی ہے وہ دنیا میں اس لئے نہیں آتے کہ ان کو اپنی پوجا کرانی ہوتی ہے۔ وہ تو ایک خدا کی عبادت قائم کرنا چاہتے ہیں اور اسی مطلب کے لئے آتے ہیں اور اس واسطے کہ لوگ ان کے کامل نمونہ پر عمل کریں اور اُن جیسے بننے کی کوشش کریں اور ایسی اتباع کریں کہ گویا وہی ہو جائیں مگر افسوس ہے کہ بعض لوگ اُن کے آنے کے اصل مقصد کو چھوڑ دیتے ہیں اور ان کو خدا سمجھ لیتے ہیں۔ اس سے وہ آئمہ اور رسل خوش نہیں ہو سکتے کہ لوگ ان کی اس قدر عزت کرتے ہیں۔ کبھی نہیں۔ وہ اس کو کوئی خوشی کا باعث قرار نہیں دیتے۔ ان کی اصل خوشی اسی میں ہوتی ہے کہ لوگ ان کی اتباع کریں اور جو تعلیم وہ پیش کرتے ہیں کہ سچے خدا کی عبادت کرو اور توحید پر قائم ہو جاؤ، اس پر قائم ہوں، چنانچہ آنحضرتؐ کو بھی حکم ہوا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران: ۳۲) یعنی اے رسول۔ ان کو کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے پیار کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس اتباع کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے پیار کرے گا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا طریق یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع کی جاوے۔ پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام اور ایسا ہی اور جو خدا تعالیٰ کے راستباز اور صادق بندے ہوتے ہیں وہ دنیا میں ایک نمونہ ہو کر آتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 535,534)

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ

اس حدیث کے مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے عیسائیوں کے اس نظریہ کے رد کے طور پر پیش فرمایا کہ گناہ انسان کی فطرت میں داخل ہے جو نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

”كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ

(بخاری کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین)

آنحضرت ﷺ نے اسی مضمون پر روشنی ڈالی ہے قرآن کا یہ واضح بیان ہے کہ ہر بچہ معصوم اور پاک پیدا ہوتا ہے اور اس فطرت پر پیدا ہوتا ہے جو اللہ کی فطرت ہے۔ بائیبل میں مسیح خود اس بات کا اقرار کررہے ہیں۔ جب یہ بیان کیا جاتا ہے عیسائیوں کی طرف سے کہ انسان کو اللہ کی شکل پر پیدا کیا گیا ہے تو ان کا وہ عقیدہ کہاں باقی رہ گیا کہ ہر انسان گنہگار پیدا ہوتا ہے۔ اگر اللہ کی شکل پر پیدا کیا گیا ہے تو پھر اس بات کا اطلاق کہ وہ گنہ گار پیدا ہوتا ہے مسیح پر اوّل طور پر ہوگا۔ کیونکہ مسیح اللہ کی شکل پر پیدا ہوا اور وہ آدم کے بچے جو آدم سے گناہ لے کر اللہ کی شکل پر پیدا ہوئے وہ سارے ہی گنہگار ہیں۔ مسیح کو الگ کیسے کرلیں گے اس گنہ گاری سے۔

دوسری بات غور طلب یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ہم معصوم سمجھتے ہیں۔ اس لئے کوئی یہ نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ مسیح کے گناہ تلاش کررہے ہیں اور اسے داغدار کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ ہمارا تو عقیدہ ہی یہی ہے کہ ہر انسان فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور پاک صاف وجود لے کر دنیا میں آتا ہے۔“

اسی مضمون کی وضاحت میں مزید فرمایا:-

”ان کو جو شوق ہے مسیح کو معصوم بنانے کا وہ کفارہ کے عقیدے کے سہارے کی خاطر ہے۔ پس یہ کہتے ہیں کہ چونکہ آدم نے گناہ کیا اور وہ بہت پکی سیاہی کے ساتھ اس کے خلیوں میں ہمیشہ کے لئے لکھ دیا گیا۔ جو قطعاً سائنس کے شواہد کے خلاف دعویٰ ہے۔ کلیۃً جھوٹ ہے۔ اس کا اس فطرت سے کوئی بھی تعلق نہیں جسے خود ان عیسائیوں نے پڑھا اور سمجھا اور اپنی تحقیقات میں ثابت کیا کہ آج آپ کوئی غلطی کرتے ہیں تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ وہ آپ کی نسل میں داخل ہوجائے۔

نسل میں داخل ہونے کا جو طریق ہے وہ بہت ہی لمبا اور بہت ہی گہرا ہے اور اس مضمون پر ابھی سائنس احاطہ نہیں کرسکی۔ لیکن یہ بات تو قطعی ہے کہ آج آپ نے کچھ کیا تو وہ آپ کے خلیوں میں داخل نہیں ہوگا اور اگر ہوگا تو استغفار کیوں داخل نہیں ہوگا۔ گناہ داخل ہوگا تو جو گناہ کے بعد کا پانی جو داغ کو دھونے والا تھا اس کو بھی داخل ہونا چاہیے۔ پس خدا کی بخشش کو بھی داخل ہونا چاہیے۔ اس لئے یہ عقیدہ ہے ہی نہایت جاہلانہ اس کا کوئی بھی نہ عقل سے تعلق ہے نہ ان سائنسز سے یہ سچا ثابت ہوتا ہے نہ ان علوم سے سچا ثابت ہوتا ہے جو خود عیسائی دنیا نے بہت گہری تحقیق کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں۔“

(درس القرآن یکم رمضان المبارک 12 فروری 1994ء)

****

مشعل راہ

❁ خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 12 جنوری 2007ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ کے آغاز میں سورۃ البقرہ کی آیت 275 کی تلاوت کی اور فرمایا کہ وقف جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان کرنا ہے۔ عموماً جنوری کے پہلے جمعہ پر اعلان ہوتا ہے لیکن سفر کی وجہ سے دوسرے جمعہ پر اعلان کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعود نے 1957ء میں وقف جدید کا آغاز فرمایا نیز اس کے دو مقاصد بیان فرمائے اور پاکستان کے دیہاتوں میں بسنے والے احمدیوں کی تربیت کیلئے احمدیوں کو مالی قربانی کی طرف توجہ دلائی۔ فرمایا یہ بہت مشکل کام تھا لیکن احمدیوں نے محبت اور قربانی کے جذبہ کے ساتھ اس کام کو سرانجام دیا۔ اب خدا کے فضل سے مٹھی اور نگر پارکر میں جماعتیں قائم ہو چکی ہیں اور خدا کے فضل سے اخلاص محبت اور وفا میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ ان علاقوں میں طبی سہولتیں بھی موجود نہ تھیں اب جماعت نے مٹھی میں ایک ہسپتال بھی بنالیا ہے اور موبائل ڈسپنسریاں بھی کام کر رہی ہیں اور تربیتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر قربانی کر رہے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ 1985ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے وقف جدید کو ساری دنیا میں جاری فرمادیا اس کا مقصد یہ تھا کہ یورپ اور امریکہ کی قربانیوں سے انڈیا اور افریقہ میں وقف جدید کی ضرورتوں کو پورا کیا جاسکے۔ خدمت دین اور مخلوق خدا کی مدد کے جذبہ کے تحت مالی قربانیوں میں ہمیشہ قدم آگے بڑھاتے چلے جائیں۔ مالی قربانی سے اموال میں کبھی بھی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ ایمانی حالت میں ترقی کیلئے مالی قربانی بہت ضروری ہے۔ جماعت سے اخلاص اور محبت کا تقاضا ہے کہ اصلاح، تربیت اور پیغام پھیلانے کیلئے ہر احمدی اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے قربانی میں آگے بڑھے۔

حضور انور نے فرمایا افریقہ اور انڈیا میں نومبائعین کی تربیت کیلئے بہت وسیع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ کام میں بہت وسعت پیدا ہو چکی ہے۔ بہت سارے علاقوں میں بجلی نہیں وہاں بجلی کا انتظام کرتے ہوئے ایم ٹی اے کے ذریعہ تربیت کی جاسکتی ہے جو کہ یہ تربیت کا بہت بڑا ذریعہ ہے لیکن اس کیلئے وسائل کی بہت ضرورت ہے اس لئے یہ تحریک ہوتی رہے گی۔ اپنی مالی قربانیوں کے معیار کو بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر بہت بڑا فضل ہے کہ ان ضروریات کو پورا بھی کرتا ہے۔ جب ہم منصوبہ بندی کرتے ہیں تو خدا وسائل بھی عطا کرتا ہے اور کام میں غیر معمولی برکت پڑتی ہے۔ جماعت کا ایک ایک پیسہ بامقصد خرچ ہوتا ہے اور کم سے کم وسائل کو خرچ کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاتا ہے۔ جو ذمہ دار افراد کی احتیاط اور خدا کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔

حضور انور نے وقف جدید کے گزشتہ سال کی مالی قربانیوں کا جائزہ پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ پاکستان نمبر ایک ہے اس کے بعد امریکہ، برطانیہ، جرمنی، کینیڈا، ہندوستان، انڈونیشیا، بیلجیم، آسٹریلیا اور سوئٹزرلینڈ، فرانس ہیں اور مجموعی طور پر گزشتہ سال سے 83 ہزار پاؤنڈ زیادہ قربانی پیش کی گئی ہے اور 26 ہزار نئے افراد اس مالی قربانی میں شامل ہوئے ہیں۔ پاکستان کی جماعتوں میں لاہور اول، کراچی دوم اور ربوہ سوم رہے ہیں۔ جبکہ اضلاع (بالغان) میں راولپنڈی اول، سیالکوٹ دوم، اسلام آباد سوم اور اطفال میں اسلام آباد اول سیالکوٹ دوم اور گوجرانوالہ سوم رہا۔ خدا تعالیٰ تمام احمدیوں کو اللہ کی خاطر قربانی کی توفیق عطا فرمائے اور بہترین جزا دے اموال ونفوس میں برکت ڈالے۔ دینی ضروریات میں جو وسعتیں پیدا ہوئی ہیں خدا تعالیٰ خود ان ضرورتوں کو پورا کرے گا۔ لیکن ہر احمدی کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ یہ نہ ہو کہ ایک طرف توجہ دی اور دوسری طرف کمزوری دکھادی۔ کبھی بھی اس خیال کو ذہن میں نہ آنے دیں کہ بہت مالی قربانی کر لی ہے۔ اب ضروری نہیں۔ یاد رکھیں کہ بہترین مال وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں دیا گیا ہو۔

حضور انور نے فرمایا کہ بیوت الذکر تربیت اور پیغام پہنچانے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ جرمنی میں بھی بیوت کی تعمیر ہو رہی ہے۔ برطانیہ والوں نے بھی ہر سال 5 بیوت بنانے کا وعدہ کیا ہے۔ جرمنی میں برلن کی بیت الذکر کی تعمیر کیلئے حضرت مصلح موعود نے لجنہ کو اموال اکٹھے کرنے کا حکم دیا تھا۔ مگر بعض وجوہات کی بناء پر وہ نہ بن سکی۔ اب تعمیر ہو رہی ہے اور جرمنی کی لجنہ نے تمام اخراجات برداشت کرنے کا وعدہ کیا ہے اس کا نام بھی بیت خدیجہ رکھا گیا ہے۔ وہ لوگ جو عورت پر پابندی لگانے اور قید کرنے کا الزام دین حق پر لگاتے ہیں وہ یہ بیت دیکھیں گے کہ یہ عورتیں تو ان پابندیوں میں بھی کتنے عظیم کارنامے سرانجام دیتی ہیں خدا تعالیٰ کرے کہ ہم میں دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو اور تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے ہوں اور بیوت بنانے اور انہیں آباد کرنے کی توفیق پانے والے ہوں۔ آمین (روزنامہ الفضل 16 جنوری 2007ء)

❁ خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جنوری 2007ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لندن

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ کے آغاز میں سورہ یٰسین کی آیت نمبر 12 کی تلاوت کرتے ہوئے رحمٰن خدا کی جلوہ آرائیوں کا ذکر فرمایا۔

حضور انور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر اپنے رحمٰن ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ خدا کے رحمٰن ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی رحمت، مہربانی اور عنایت احسان کے طور پر ہوتی ہے اور وہ بلا تمیز مذہب، قوم، ملت، رنگ اور نسل کے ہر ایک کو اپنے احسان کا فیض پہنچا رہا ہے اس نے ہر ایک جاندار کو مناسب حال سیرت وصورت بخشی۔ جس قسم کی بناوٹ کی ضرورت تھی اسی طرح کا جسم عطا فرمایا۔ اسی طرح بقا کیلئے جو ضروری تھا وہ سب کچھ مہیا فرمایا۔ بلکہ انسانوں کی پیدائش سے بھی ہزاروں برس قبل ہر قسم کی ضروریات کو پورا کیا۔ جہاں مادی ضرورتوں کا خیال رکھا وہاں روحانی ضروریات کیلئے بھی خود ہی انبیاء کا سلسلہ جاری فرمایا اور خود تعلیم دے کر روحانی ضروریات کو بھی پورا کیا۔

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت میں ہر چیز کو لگا یا۔ اسے اشرف المخلوقات بنایا۔ اس احسان کا تقاضا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بنے۔ اس کی نعمتوں اور احسانات پر شکر کرتے ہوئے اس کے آگے جھکے۔ نیک اعمال کی طرف توجہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے جو نصائح اپنی تعلیمات میں کی ہیں۔ ان پر عمل کریں اور یہ بھی خدا کا احسان ہے کہ عمل کے بعد وہ مزید احسانات کرتا ہے۔ لیکن اس فیض سے فائدہ اٹھانے کیلئے ضروری ہے کہ خدا کا خوف دل میں ہو۔ اگر دنیا کا خوف زیادہ ہے اور خدا کا خوف کم ہے تو یہ شیطان کی عبادت ہے اور رحمٰن خدا سے تعلق توڑنا ہے۔ اکثریت خدا سے دور ہو گئی ہے۔ آپ خدائے رحمٰن سے تعلق قائم کریں اور خدا کے شکر گزار بندے بنیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ شکر کا ایک طریق یہ بھی ہے اور رحمٰن خدا کے فیض سے استفادہ کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کا پیغام دوسروں تک پہنچائیں۔ خدا تعالیٰ نے جو انعامات اپنی تعلیمات اور نصائح کے نتیجے میں نازل کئے ہیں۔ ان کو دوسروں تک پہنچائیں۔ وہ جو خدا سے تعلق توڑ چکے ہیں۔ انہیں خدا کی طرف بلائیں۔ ان کا درد دل میں پیدا کریں۔ آنحضرت ﷺ نے سب سے زیادہ اس درد کو محسوس کیا۔ اس قدر کہ خدا تعالیٰ نے خود اعتراف کیا کہ کہیں ان لوگوں کے ہدایت سے دور جانے کی وجہ سے پیدا ہونے والا درد تجھے تکلیف نہ پہنچائے۔ یہ رحمۃ للعالمین ہونے کا تقاضا تھا۔

حضور انور نے فرمایا کہ جب انسان خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کی نافرمانی کرتا ہے اور کوئی تعلق قائم نہیں رکھتا۔ تو پھر خدا تعالیٰ کی دوسری صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ انسان نافرمانی کا مرتکب ہو کر اور شرارتوں میں بڑھ کر خدا تعالیٰ کے عذاب کا مورد بن جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ تو بے انتہا رحم کرنے والا ہے۔ لیکن جب انسان شیطان کی جھولی میں گر رہا ہو تو پھر جبار اور قہار خدا نیچے آتا ہے اور زمینی، آسمانی آفات کے ذریعہ پکڑتا ہے۔ آجکل انسان کے ہاتھوں بھی انسانیت پر ظلم ہو رہے ہیں اور زلزلے اور دوسری آفات بھی نازل ہو رہی ہیں۔ ان سے بچنے کا ذریعہ یہی ہے کہ ندامت توبہ اور استغفار کرتے ہوئے گناہوں، نافرمانیوں کو چھوڑ دیا جائے اگر ایسا کریں گے تو خدا معاف کر دیتا ہے۔ حضور انور نے اس حدیث کا ذکر فرمایا جس میں بیان ہے کہ ایک عورت اپنا بچہ تلاش کر رہی تھی اور بچوں کو سینے سے لگاتی تھی تو رسول اللہؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا اس مادر مہربان سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ وہ بندے کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا۔ گزشتہ جمعہ میں نے بیت برلن کا ذکر کیا تھا کہ لجنہ اماء اللہ جرمنی نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ اس پہ جو جرمنی سے باہر کی عورتیں ہیں ان کا بھی خیال ہے کہ کیونکہ یہ اس زمانے میں حضرت مصلح موعود نے قادیان اور ہندوستان کے ذمہ یہ کام کیا تھا۔ جن میں سے بیشتر کی پاکستان اور باہر کے

دوسرے ممالک میں ان کی اولادیں ہیں۔ اس لئے ان کو ثواب پہنچانے اور ہمیں بھی ثواب حاصل کرنے کے لئے ہمیں بھی اس کی اجازت دی جائے کہ ہم بھی اس میں حصہ لے سکیں۔ تو بہر حال عام تحریک تو میں نہیں کرتا لیکن یہ اجازت ہے کہ اگر کوئی احمدی عورت یا بچی اس مد میں چندہ اپنی خوشی سے دینا چاہیں تو بے شک دے دیں کوئی روک نہیں ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ لجنہ اماء اللہ جرمنی بھی اس پہ کوئی اعتراض نہیں کرے گی۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ خیریت سے اس بیت کی تعمیر مکمل کروا دے کیونکہ مخالفت ابھی بھی زوروں پر ہے۔ (روزنامہ الفضل 23 جنوری 2007ء)

❁ خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جنوری 2007ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لنڈن

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا تسلسل جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے بیشمار احادیث میں صفت رحمانیت کی مختلف زاویوں سے وضاحت فرمائی ہے تاکہ ہمیں اس کا صحیح فہم و ادراک حاصل ہو۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہ احادیث جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے جلووں کو اپنی ذات میں جذب کرتے ہوئے اس کے عبد منیب بنانے والی اور اس کے آگے جھکائے رکھنے والی ہونی چاہئیں جس سے ہمارے جسم کا رواں رواں خدا تعالیٰ کی رحمانیت کا شکر گزار بن جائے وہاں اس رحمۃ للعالمین پر درود بھیجنے کی طرف بھی توجہ ہونی چاہئے جس نے ہم عاجز گنہگار بندوں کا خدائے رحمان سے تعلق جوڑنے کیلئے کس طرح مختلف طریق پر نصائح فرماتے ہوئے اس کا فہم و ادراک عطا فرمایا اور اپنا اسوہ قائم فرما کر ہمیں ان راہوں پر چلنے کی نصیحت فرمائی۔ حضور انور نے آنحضرت ﷺ کے اس صفت کے پرتو ہونے کے بارے میں حضرت مسیح موعود کا ایک حوالہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ رحمانیت کے مظہر اتم محمد ﷺ ہیں۔ کیونکہ محمدؐ کے معانی ہیں بہت تعریف کیا گیا اور رحمان کے معانی ہیں بغیر اجر کے بن مانگے بلاتفریق مومن و کافر کو دینے والا اور یہ صاف بات ہے کہ جو بن مانگے دے گا اس کی تعریف ضرور کی جائے گی۔ پس محمد ﷺ میں رحمانیت کی تجلی تھی۔

حضور انور نے فرمایا کہ جب آپؑ اس صفت کے بارے میں بیان فرماتے ہیں تو آپ کے الفاظ میں ایک خاص رنگ ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے بندے صفت رحمانیت سے زیادہ سے زیادہ فیض پا سکیں۔ ہر مومن کو کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت سے حصہ لے تاکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا زیادہ سے زیادہ وارث بنے۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت کو سو حصوں میں پیدا کیا ہے جن میں سے ایک حصہ مخلوقات میں رکھ دیا جس سے ہم ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس رحمت کے ننانوے حصے ہیں جن کے ذریعے وہ قیامت کے دن اپنے بندے پر رحم کرے گا۔ حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ دعائیں بھی سکھائی ہیں جو اس سے مانگنی چاہئیں تاکہ جنتوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بچوں اور جانوروں سے حسن سلوک کے واقعات بھی بیان فرمائے۔

حضور انور نے آپؐ کی زندگی کے ساتھ تعلق رکھنے والے صفت رحمانیت کے چند واقعات پیش فرمائے۔ جن

میں حضور انور نے شق صدر کا واقعہ بیان کیا جس میں آپ کا سینہ چاک کر کے دل کو رحم اور رافت سے پُر کر دیا گیا۔

حضور انور نے فرمایا کہ آپؐ نے اپنے ماننے والوں کو رحمان خدا کی پہچان کروائی اور مختلف طریقوں سے توجہ دلائی کہ کس طرح رحمان خدا کا قرب حاصل کرو۔ کس طرح اس کی رحمانیت سے حصہ لو۔ اپنے اسوہ سے ایسے نمونے قائم فرمائے جس کو دیکھ کر ماننے والوں کو رحمان خدا کا صحیح فہم وادراک حاصل ہوا۔

حضور انور نے فرمایا کہ ایک مومن کیلئے انتہائی ضروری ہے کہ اس کی رحمانیت، اس کے حضور جھکانے والی اور اس کا رحم طلب کرنے والی ہونی چاہئے اور یہی ایک مومن کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل 31 جنوری 2007ء)

❁ خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 2 فروری 2007ء بمقام بیت الفتوح مورڈن لنڈن

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے حوالے سے خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے تحت اُس کی مخلوق کے لئے جو آپ کے دل میں جذبہ رحم تھا، اُس کی پر لطف انداز میں تصویر کشی فرمائی۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی نہایت مصروف تھی۔ آپ جہاں باوجود مخالفین کی کارروائیوں کے دین کے دفاع میں تن تنہا بذریعہ تقریر و تحریر ساری دنیا سے جنگ کرتے رہے۔ وہاں اپنے اور دوسروں کے لئے اس بات پر بھی کمر بستہ رہے کہ مخلوق خدا کے لئے آپ سراپا شفقت بنے رہیں۔ آپ کی سیرت کا یہ پہلو بھی پوری آب و تاب سے چمکا اس لئے کہ آپ اپنے پیدا کرنے والے اور انعاموں سے نوازنے والے خدا کا شکر گذار بندہ بھی بننا چاہتے تھے۔ جس نے آپ کو الہاماً فرمایا تھا کہ تیرے لئے میں نے اپنی رحمت اور قدرت کو اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ جہاں اس رحمت نے روحانی بیماروں کے لئے آپ کے دل میں درد پیدا کیا ہوا تھا وہاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی جسمانی اور مادی ضرورتوں کے لئے بھی آپ دعا اور تدبیر کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلوق خدا کی خدمت اور سلوک کے چند ایمان افروز واقعات کا تذکرہ فرمایا۔ جن میں آپ کی بیماروں کے ساتھ ہمدردی، تیمارداری اور اُن کے ساتھ حسن سلوک جیسے پہلوؤں کو بطور نمونہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سراسر محبت تھی جس سے آپ کا دل بھرا ہوا تھا۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کبھی کسی سائل کو رد نہ کرتے تھے بلکہ بعض ضرورتمندوں کا احساس کر کے خود ہی اُن کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مخلص کو یہ کہہ کر کچھ رقم دی کہ موسم سرما ہے آپ کو کپڑوں کی ضرورت ہوگی۔ آپ کی عام عادت تھی کہ جو کچھ کسی کو دیتے تھے وہ کسی نمائش کے لئے نہیں بلکہ محض خدا تعالیٰ کی رضا اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے خیال سے دیتے تھے۔ اس لئے آپ متعدد مرتبہ حاجتمندوں کی ضرورت پوری فرماتے تھے اور اُس میں کسی دوست، دشمن یا مذہب کا امتیاز نہ تھا اور کبھی دوسروں کو تحریک کرنے کے لئے اور عملی سبق دینے کے واسطے اعلانیہ بھی کرتے تھے۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ بچوں کے ساتھ بھی حسن سلوک فرمایا کرتے تھے۔ آپؑ بچوں کو مارنے اور ڈانٹنے کے سخت مخالف تھے۔ آپؑ بچوں کی شرارتوں اور شوخیوں پر کبھی غصے میں نہیں آتے تھے اور نہ ہی اُنہیں مارتے اور جھڑکتے تھے۔ حضور انور نے فرمایا کہ ہمارے واقفین ڈاکٹروں کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے۔ اُن کو ہمیشہ مریضوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے اور اُن کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہیے۔ کیونکہ مریض کی آدھی مرض ڈاکٹر کے حسن اخلاق سے پیش آنے کی وجہ سے ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ احمدی زمینداروں، خاص طور پر سندھ کے زمیندار، تھر کے علاقے کے لوگوں کے لئے اپنے دل میں رحم دلی کا جذبہ پیدا کریں۔ اُنہیں پوری مزدوری دیا کریں اور جس حد تک ہو سکتا ہے اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ یہ بھی اس علاقے میں دعوت الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

حضور انور نے حضرت مسیح موعودؑ کے انسانوں کے علاوہ جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کے نظارے پیش فرماتے ہوئے چڑیاں پکڑنے والا واقعہ بیان فرمایا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ جس میں رحم نہیں اُس میں ایمان نہیں۔ آپؑ جانوروں پر ظلم برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب بچوں نے ایک کتے کو گھر میں بند کر کے مارنا چاہا تو کتے کے شور کرنے پر آپ کو علم ہو گیا۔ آپ ناراض ہوئے اور اس کتے کو آزاد کرا دیا۔

حضور انور نے فرمایا کہ بحالت نماز آپؑ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش ہوتی تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپ اس طرح پر آستانہ الٰہی پر گریہ وزاری کرتے تھے جیسے کوئی عورت دردزہ سے بے قرار ہو اور اس حالت میں آپ مخلوق خدا کے لئے دعائیں کرتے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ غور سے سنا تو آپ مخلوق الٰہی کے لئے طاعون کے عذاب سے بچنے کے لئے دعا کر رہے تھے کہ الٰہی اگر یہ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہو جائیں گے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔ الغرض کہ آپ مخلوق کی ہدایت اور ہمدردی کے لئے بہت زیادہ حریص تھے۔ آپ کی ہمدردی اور شفقت علیٰ خلق اللہ اپنے رنگ میں بے نظیر تھی۔

حضور انور نے آخر پر فرمایا کہ آج ہم سب احمدیوں کا فرض ہے کہ آپ کی دعاؤں کو اپنی دعاؤں میں شامل کریں۔ اور آپ کی دعاؤں سے بھی حصہ لیں۔ آپ کی تعلیم کو اپنے اعمال پر لاگو کرتے ہوئے مخلوق خدا سے جذبہ ہمدردی کے تحت اس پیغام کو بھی لوگوں تک پہنچائیں اور اپنی استعدادوں کے مطابق اپنی دعاؤں کو زیادہ سے زیادہ کریں۔ تاکہ جس پیغام کو پھیلانے کے لئے آپ آئے تھے اُس میں ہم بھی نحن انصار اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے شامل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل 6 فروری 2007ء)

❁❁❁❁❁❁

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ماہر علم النفس

ازمضامین حضرت مرزا بشیراحمد صاحب ایم۔اے

(مکرم فاتح احمد ناصر صاحب۔احمد نگر)

جنگ بدر کے موقع کی مثال

جنگ بدر کے موقع پر جب کہ ابھی مسلمان لشکر کفار کے سامنے نہیں ہوئے تھے اوراکثر مسلمان اس بات سے بے خبر تھے کہ کفار کا ایک جرار لشکر مکہ سے نکل کر آ رہا ہے اور صرف اس خیال سے گھر سے نکلے تھے کہ قافلہ سامنے ہوگا۔اس وقت بعض صحابہ نے کفار مکہ کا ایک سپاہی جو انہیں ایک چشمہ پر مل گیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پکڑ کر پیش کیا۔ آپؐ نے اس سے لشکرِ کفار کے متعلق بعض سوالات کئے اور پھر پوچھا کہ روساء مکہ میں سے کون کون ساتھ ہے۔اس نے کہا عتبہ، شیبہ، امیہ، نظر بن حارث، عقبہ، ابوجہل، ابوالبختری، حکیم بن حزام وغیرہ سب ساتھ ہیں۔ یہ لوگ چونکہ قبیلہ قریش کے روح رواں تھے اور نہایت بہادر اور جری سپہ سالار سمجھے جاتے تھے ان کے نام سُن کر اور یہ معلوم کرکے کہ مکہ کے سارے نامی لوگ مسلمانوں کے استیصال کے لئے نکل آئے ہیں۔ بعض کمزور صحابہ کسی قدر گھبرائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو بے ساختہ فرمایا۔ هٰذِهٖ مَكَّةُ قَدْ اَلْقَتْ اِلَيْكُمْ اَفْلَاذَ كَبِدِهَا ۔لو مکہ نے تو تمہارے سامنے اپنے جگر گوشے نکال کر رکھ دیئے ہیں۔یعنی تم خوش ہو کہ خدا نے تمہارے لئے اتنا بڑا شکار جمع کر دیا ہے۔صحابہ کے خیالات کی رو فوراً پلٹا کھا گئی کہ یہ تو کوئی گھبرانے کا موقع نہیں ہے بلکہ خدا نے اپنے وعدوں کے مطابق ان روساء کفار کو ہمارے ہاتھوں تباہ کرنے کیلئے یہاں جمع کر دیا ہے اور اس طرح وہی خبر جو کمزور طبیعت مسلمانوں کیلئے پریشانی اور خوف کا باعث بن سکتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بے ساختہ نکلی ہوئی بات سے ان کیلئے خوشی اور تقویت کا باعث بن گئی۔......

ایک اور موقع کی مثال

مشیت ایزدی کے ماتحت ایک جنگ میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی اور کئی صحابی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بعد میں یہ لوگ شرم کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواُن کو مسجد کے کونے میں منہ چھپائے تاریکی میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ تو یہ پوچھا تم کون ہو۔ وہ شرم سے پانی پانی ہو رہے تھے رو کر عرض کیا۔ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ الْفَرَّارُوْنَ ہم بھگوڑے ہیں یارسول اللہؐ آپؐ نے بے ساختہ فرمایا۔ بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ ۔نہیں نہیں تم بھگوڑے نہیں ہو۔ تم تو دوبارہ حملہ کے لئے تیار بیٹھے ہو۔ اللہ اللہ کیا شان ہے۔ میدان جنگ سے بھاگے ہوئے سپاہی ندامت میں ڈوبے جارہے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ہم آپؐ کو کیا منہ دکھائیں۔ ہم تو میدان میں پیٹھ دکھا چکے ہیں۔ آپؐ دیکھتے ہیں کہ ان کی ہمتیں گری جاتی ہیں۔ فوراً فرماتے ہیں کہ تم بھگوڑے کہاں ہو تم تو دوبارہ حملہ کرنے کے لئے پیچھے ہٹ آئے ہو۔ میرے ساتھ ہو کر پھر جنگ کے لئے نکلو گے اور اس ایک لفظ سے گرے ہوئے پست ہمت سپاہی کو اس کی پستی سے اٹھا کر کسی بلندی پر پہنچا دیتے ہیں۔" (''مضامین بشیر'' صفحہ 161 تا 165)

❁❁❁❁❁❁

کانٹا تک نہ چبھے

عاشقان محمدؐ

عرب کے دو قبائل نے آنحضورؐ سے دھوکہ کرکے چند صحابہ منگوائے کہ انہیں دین کی تعلیم دیں گے پھر انہیں شہید کر دیا۔ ان میں سے ایک صحابی حضرت زید بن دثنہؓ بھی تھے۔ قریش نے آپؓ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ جب آپ کو قتل کرنے کے لئے لایا گیا تو ابوسفیان نے ان سے پوچھا میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے، آج یہاں ہمارے درمیان تیری جگہ محمدؐ ہوتا ہم اسے موت کے گھاٹ اتار رہے ہوتے اور تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے ہوتے۔

حضرت زید بن دثنہؓ یہ سن کر تڑپ اٹھے اور وفور محبت سے بولے خدا کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی ہیں، انہیں ایک کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے اہل وعیال میں آرام سے بیٹھا رہوں۔ ابوسفیان بھی اس آتش عشق کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اسے کہنا پڑا میں نے آج تک لوگوں میں ایسی شدید محبت نہیں دیکھی جیسی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی، اس سے کرتے ہیں۔

(تاریخ الامم والملوک لابن جعفر محمد بن جریر الطبری الجزء الثالث ص 141)

جماعت احمدیہ کی بنیاد

بیعت کا آغاز لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان واقع محلہ جدید میں ہوا۔ وہیں بیعت کے تاریخی ریکارڈ کے لئے ایک رجسٹر تیار ہوا۔ جس کی پیشانی پر یہ لکھا گیا۔ ''بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ وطہارت''۔ رجسٹر میں ایک نقشہ تھا جس میں نام، ولدیت اور سکونت درج کی جاتی تھی۔

حضرت اقدس بیعت لینے کے لئے مکان کی ایک کچی کوٹھڑی میں (جو بعد کو دارالبیعت کے مقدس نام سے موسوم ہوئی) بیٹھ گئے اور دروازے پر حافظ حامد علی صاحب کو مقرر کر دیا اور انہیں ہدایت دی کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ میں بلاتے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے حضرت مولانا نورالدین صاحب کو بلوایا۔ حضرت اقدس نے مولانا کا ہاتھ کلائی پر سے زور کے ساتھ پکڑا اور بڑی لمبی بیعت لی۔ (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 339)

پہلے دن چالیس افراد نے حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر باری باری بیعت کی

عورتوں کی بیعت

مردوں کی بیعت کے بعد حضرت گھر میں آئے تو بعض عورتوں نے بھی بیعت کی۔ سب سے پہلے حضرت مولانا نورالدین صاحب کی اہلیہ محترمہ حضرت صغریٰ بیگم نے بیعت کی۔ حضرت (اماں جان) ابتدا ہی سے آپ کے سب ہی دعاوی پر ایمان رکھتی تھیں اور شروع ہی سے اپنے آپ کو بیعت میں سمجھتی تھیں اس لئے آپ نے الگ بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔ (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 342)

گالیاں سن کر دعا دو، پا کے دُکھ آرام دو

(مکرم محمد سرفراز صاحب، کمالیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ)

گھنٹہ بھر تک گالیاں سنتے رہے

حضرت میاں سراج الدین صاحب لکھتے ہیں۔

''سراج الدین فقیر لمبے بالوں والا جو سجادہ نشین تھا آیا ہے پہلے تو نرمی سے باتیں پوچھتا رہا۔ پھر گالیاں نکالنی شروع کر دیں ایک گھنٹہ تک برابر گالیاں دیتا رہا آپ سنتے رہے جب وہ گالیاں دے کر تھک گیا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا بس یا کچھ اور بھی؟'' (الحکم 26 مئی 1935ء صفحہ 6)

گالیوں کا پلندہ اور آپؑ کا جواب

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب لکھتے ہیں۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بالمشافہ زبانی گندے حملے ہی نہ ہوتے تھے۔ اور آپ کی جان پر اس طرح کے بازاری حملوں پر ہی اکتفا نہ کیا جاتا تھا۔ آپ کے قتل کے فتووں اور منصوبوں پر پھر اس کے لئے کوششوں کو ہی کافی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اخبارات اور خطوط میں بھی گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی تھی۔ اور پھر اسی پر بس نہیں ایسے خطوط عموماً بیرنگ آپ کو بھیج دیئے جاتے تھے۔ خدا کا برگزیدہ ان خطوط کو ڈاک کا محصول اپنی گرہ سے ادا کر کے لیتا تھا اور جب کھولتا تھا تو ان میں اول سے لے کر آخر تک گندی اور فحش گالیوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ آپ ان پر سے گذر جاتے اور ان شریروں اور شوخ چشموں کے لئے دعا کر کے ان کے خطوط ایک تھیلے میں ڈال دیتے تھے۔''

(سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ 462 از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب)

ایک بدزبان بھری مجلس میں

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب لکھتے ہیں۔

''پھر اسی محبوب رائیوں والے مکان کا واقعہ ہے۔ ایک جلسہ میں جہاں تک مجھے یاد ہے ایک برہمو لیڈر (غالباً انباش موزمدار بابو تھے) حضرت سے کچھ استفسار کر رہے تھے اور حضرت جواب دیتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک بدزبان مخالف آیا اور اس نے حضرت کے بالمقابل نہایت دل آزار اور گندے حملے آپ پر کئے۔ وہ نظارہ میرے اس وقت بھی سامنے ہے۔ آپ منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے جیسا کہ اکثر آپ کا معمول تھا کہ پگڑی کے شملہ کا ایک حصہ منہ پر رکھ کر یا بعض اوقات صرف ہاتھ رکھ کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ خاموش بیٹھے رہے اور وہ شور پشت بکتا رہا۔ آپ اس طرح پر مست اور مگن بیٹھے تھے کہ گویا کچھ ہو نہیں رہا یا کوئی نہایت ہی شیریں مقال گفتگو کر رہا ہے۔ برہمو لیڈر نے اسے منع کرنا چاہا۔ مگر اس نے پرواہ نہ کی۔ حضرت نے ان کو فرمایا کہ آپ اسے کچھ نہ کہیں کہنے دیجئے۔ آخر وہ خود ہی بکواس کر کے تھک گیا اور اٹھ کر چلا گیا۔ برہمو لیڈر بے حد متاثر ہوا اور اس نے کہا کہ یہ آپ کا بہت بڑا اخلاقی معجزہ ہے اس وقت حضور اسے چپ کرا سکتے تھے اپنے مکان سے نکال سکتے تھے اور بکواس کرنے پر آپ کے ایک ادنیٰ اشارہ سے اس کی زبان کاٹی جاسکتی تھی مگر آپ نے اپنے کامل حلم اور ضبط نفس کا عملی ثبوت دیا۔'' (سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ 444،443)

ایک بدزبان اور حضرت کا حوصلہ

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب لکھتے ہیں۔

''آپ دینی سائل کو خواہ کیسا ہی بے باکی سے بات چیت کرے اور گفتگو بھی آپ کے دعویٰ کے متعلق ہو، بڑی نرمی سے جواب دیتے اور تحمل سے کوشش کرتے ہیں کہ آپ کا مطلب سمجھ جائے۔ ایک روز ایک ہندوستانی جس کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا اور اپنے تئیں جہاں گرد اور سرد وگرم زمانہ دیدہ وچشیدہ ظاہر کرتا تھا۔ ہماری (بیت الذکر) میں آیا اور حضرت سے آپ کے دعویٰ کی نسبت بڑی گستاخی سے باب کلام وا کیا اور تھوڑی گفتگو کے بعد کئی دفعہ کہا آپ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں اور میں نے ایسے مکار بہت دیکھے ہیں اور میں تو ایسے کئی بغل میں دبائے پھرتا ہوں۔ غرض ایسے ہی بے باکانہ الفاظ کہے مگر آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا بڑے سکون سے سنا کئے اور پھر بڑی نرمی سے اپنی نوبت پر کلام شروع کیا۔ کسی کا کلام کیسا ہی بے ہودہ اور بے موقع ہو اور کسی کا کوئی مضمون نظم میں یا نثر میں کیسا ہی بے ربط اور غیر موزوں ہو۔ آپ نے سننے کے وقت یا بعد خلوت میں کبھی نفرت او رملامت کا اظہار نہیں کیا۔ بسا اوقات بعض سامعین اس دلخراش لغو کلام سے گھبرا کر اٹھ گئے ہیں اور آپس میں نفرین کے طور پر کانا پھوسی کی ہے اور مجلس کے برخاست ہونے کے بعد تو ہر ایک نے اپنے حوصلے اور ارمان بھی نکالے ہیں۔ مگر مظہر خدا حلیم اور شاکر ذات نے کبھی بھی ایسا کوئی اشارہ کنایہ نہیں کیا۔''

(سیرت مسیح موعود از حضرت مولانا عبدالکریم صاحب صفحہ 44)

محبت کا نرالہ انداز

حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب، حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی بابت بیان فرماتے ہیں کہ حضرت میر صاحب کو ایک مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت آنا پڑتا۔

''خاکسار نے دیکھا کہ میر صاحب جب عدالت کے کمرے میں داخل ہوتے تو تین چار منٹ تک ملزمان کے کٹہرے میں اکیلے اور غمزدہ سے ہو کر کھڑے رہتے......

یہ ماجرا میں نے کئی بار دیکھا لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ میر صاحب ایسا کیوں کرتے ہیں۔ آخر ایک دن میں نے میر صاحب سے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ چشم پر آب ہو گئے۔ فرمانے لگے کہ آتمارام مجسٹریٹ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عدالت میں کھڑا رہنے پر مجبور کیا اس لئے جب کبھی مجھے عدالت میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد میں چند منٹ میں بھی اُسی طرح کھڑا رہتا ہوں۔''

(الفرقان ستمبر، اکتوبر 1961ء صفحہ 53)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مقام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی رو سے

(مکرم بلال احمد بٹ صاحب۔ فیصل آباد)

حضرت ابوبکرؓ آیت استخلاف کے مصداق تھے

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"جیسا کہ حقیقت میں لوگ جانتے ہیں آپ کی خلافت کا وقت خوف و مصائب کا وقت تھا۔ رسول کریم ﷺ نے جب وفات پائی تو اسلام اور اسلامیان پر کوہ مصائب ٹوٹ پڑا۔ بہت سے منافق مرتد ہو گئے اور ان مرتدین کی زبانیں تیز ہوئیں اور کئی افترا پرداز مدعی نبوت بن گئے اور بہت سے بادیہ نشین ان کے گرد جمع ہو گئے حتی کہ ایک لاکھ کے قریب جاہل اور فاجر لوگ مسیلمہ کذاب سے مل گئے۔ فتنوں کی آندھیاں اور جھکڑ چلنے لگے اور مصائب و آلام کی کثرت ہو گئی اور اندرونی و بیرونی آفات نے ہر طرف سے گھیر لیا اور مومن ایک جنبش و گردش میں آ گئے۔ اس وقت تمام نفوس ایک آزمائش میں ڈالے گئے اور المناک و صعبناک حالت نمودار ہو گئی۔ اور اہل ایمان اس حد تک لاچار و بے بس ہو گئے گویا ان کے دلوں پر دہکتے انگارے رکھ دیئے گئے ہوں یا ان کو ذبح کر دیا گیا ہو۔

کبھی وہ خیرالبریہ (ﷺ) کے فراق پر آنسو بہاتے اور کبھی ان فتنوں پر جن کی آگ شدت سے بھڑک رہی تھی۔ اور امن و سکون کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی۔ بدباطن فتنہ پرداز لوگ ہر طرف چھا رہے تھے۔ مومنوں کو خوف اور گھبراہٹ بلا کی تھی۔ دل دہشت و خوف کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حاکم وقت اور خلیفۂ خاتم النبیین بنایا۔ منافقوں، کافروں، ارتداد اختیار کرنے والوں کے جن حالات و اطوار کا آپ نے مشاہدہ کیا اس سے آپ ایک بحر غم میں ڈوب جاتے۔ آپ کی چشم گریاں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگ جاتی۔ آپ کی آنکھوں سے دریائے اشک اُبلنے لگتا اور آپ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگتے کہ اے اللہ اسلام اور اہل اسلام کی خیر ہو۔"

(سرالخلافہ اردو ترجمہ ماہنامہ خالد خلافت نمبر مئی 1960ء صفحہ 13)

حضرت ابوبکرؓ کے مسلمانوں پر احسانات

پھر فرمایا: "حضرت ابوبکرؓ کی اور بھی خوبیاں ہیں اور متعدد برکات ہیں جن کو شمار کرنا مشکل ہے۔ مسلمانوں کے سر آپ کے بار احسانات سے جھکے ہوئے ہیں۔

ان احسانوں کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو اول المعتدین ہو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایمانداروں کے واسطے امن کا موجب بنایا اور کفر و ارتداد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کا ذریعہ بنایا۔ اسی طرح آپ کو قرآن کریم کا حامی اوّل اور خادم اوّل بھی بنایا اور آپ نے اللہ کی کتاب مبین کی اشاعت کی توفیق پائی۔ آپ نے قرآن پاک کو جمع کرنے اور محبوب خدا ﷺ کی ترتیب کے مطابق اسے مرتب کرنے میں اپنی تمام تر کوشش صرف کر دی۔ دین کی غمخواری اور غمگساری میں آپ کی اشکبار آنکھیں اُبلتے چشمہ کا نظارہ پیش کرتیں۔ یہ ساری باتیں یقین کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں۔ لیکن برا ہو تعصب کا جو عاقلوں کی عقل و فہم پر ایک تبر ہے۔ اگر تم اصلی واقعات و حالات پر مطلع ہونا چاہتے ہو تو تعصب کی پٹی آنکھوں سے اُتار کر خود حالات کا مطالعہ کرو۔ اور ظلم و تعصب کی راہیں مت اختیار کرو۔ کہ انصاف تمام برکات کی چابی ہے۔ عدل و انصاف کا نور ہی دل سے ظلمت و تاریکی کے پردے دور کر سکتا ہے۔"

(سرالخلافہ اردو ترجمہ ماہنامہ خالد خلافت نمبر مئی 1960ء صفحہ 17,16)

حضرت ابوبکرؓ اسلام کے لئے آدم ثانی ہیں

"اُس زمانہ میں بھی مسیلمہ نے اباحتی رنگ میں لوگوں کو جمع کر رکھا تھا۔ ایسے وقت میں حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو انسان خیال کر سکتا ہے کہ کس قدر مشکلات پیدا ہوئی ہوں گی۔ اگر وہ قوی دل نہ ہوتا اور حضرت نبی کریمؐ کے ایمان کا رنگ اُس کے ایمان میں نہ ہوتا تو بہت ہی مشکل پڑتی اور گھبرا جاتا لیکن صدیقؓ نبی کا ہم سایہ تھا۔ آپؐ کے اخلاق کا اثر اس پر پڑا ہوا تھا اور دل نور یقین سے بھرا ہوا تھا۔ اس لئے وہ شجاعت اور استقلال دکھایا کہ آنحضرتؐ کے بعد اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اُن کی زندگی اسلام کی زندگی تھی۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر کسی لمبی بحث کی حاجت ہی نہیں۔ اُس زمانہ کے حالات پڑھ لو اور پھر جو اسلام کی خدمت حضرت ابوبکرؓ نے کی ہے اس کا اندازہ کر لو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ابوبکر صدیقؓ اسلام کے لئے آدم ثانی ہیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد ابوبکرؓ کا وجود نہ ہوتا تو اسلام بھی نہ ہوتا۔ ابوبکر صدیقؓ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے اسلام کو دوبارہ قائم کیا۔ اپنی قوت ایمانی سے کل باغیوں کو سزا دی اور امن کو قائم کر دیا۔ اسی طرح پر جیسے خدا تعالیٰ نے فرمایا اور وعدہ کیا تھا کہ میں سچے خلیفہ پر امن کو قائم کروں گا۔ یہ پیشگوئی حضرت صدیقؓ کی خلافت پر پوری ہوئی اور آسمان نے اور زمین نے عملی طور پر شہادت دے دی۔ پس یہ صدیق کی تعریف ہے کہ اُس میں صدق اس مرتبہ اور کمال کا ہونا چاہیے۔ نظائر سے مسائل بہت جلد حل ہو جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 252)

تقریب شادی

مؤرخہ 3 دسمبر 2006ء کو مکرم قیصر محمود صاحب مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی شادی کی تقریب ہمراہ محترمہ غزالہ انجم صاحبہ بنت مکرم نسیم احمد چوہدری صاحب کھاریاں منعقد ہوئی۔ اس سے قبل مؤرخہ 27 اکتوبر 2006ء کو مکرم سید طاہر محمود ماجد صاحب (نائب ناظر بیت المال آمد) نے نکاح پڑھا۔

مؤرخہ 5 دسمبر 2006ء کو دعوت ولیمہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کے لئے مبارک کرے۔ آمین

بیعت کے بعد پاکیزہ تبدیلیاں

(مکرم شہباز سلامت گل صاحب۔ شیخوپورہ)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

نواب خان صاحب تحصیل دار مرحوم نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب سے ایک دفعہ عرض کیا کہ مولانا آپ تو پہلے ہی باکمال بزرگ تھے آپ کو حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے زیادہ کیا فائدہ حاصل ہوا۔اس پر حضرت مولانا صاحب نے فرمایا:

''نواب خاں! مجھے حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے فوائد تو بہت حاصل ہوئے ہیں لیکن ایک فائدہ ان میں سے یہ ہوا ہے کہ پہلے مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بذریعہ خواب ہوا کرتی تھی، اب بیداری میں بھی ہوتی ہے۔'' (حیات نور صفحہ 194)

حضرت مولوی حسن علی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو بیعت کر کے کیا ملا۔ جواب دیا:

''مردہ تھا، زندہ ہو چلا ہوں۔ گناہوں کا اعلانیہ ذکر کرنا اچھا نہیں...... قرآن کریم کی جو عظمت اب میرے دل میں ہے، حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جو میرے دل میں اب ہے، پہلے نہ تھی۔ یہ سب حضرت مرزا صاحب کی بدولت ہے۔''

(تائید حق مؤلفہ مولوی حسن علی صاحب۔ صفحہ 82)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب اپنے متعلق بیان کرتے ہیں:-

''بیعت کے بعد سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کی توجہات کریمانہ، دعوات خاصہ اور انفاس قدسیہ کی برکت سے میری مجوبانہ حالت اصلاح پذیر ہوتی گئی اور میری حالت جو مردہ زمین کی طرح تھی آسمانی بارش سے اس میں قوت نامیہ پیدا ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھ حقیر پر اپنے فضل و کرم اور نور و برکت کی بے شمار بارشیں نازل کیں۔ فالحمدللہ علیٰ نوالہ۔'' (حیات قدسی صفحہ 35,34 حصہ پنجم)

حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے سے پہلے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نیچری خیالات رکھتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ بچپن ہی سے حضرت مولانا نورالدین صاحب سے راہ ورسم رکھتے تھے اس لئے انہوں نے محض آپ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد اتنا زبردست تغیر ہوا کہ خود ہی فرمایا کرتے تھے

''میں نے قرآن بھی پڑھا تھا۔ مولانا نورالدین کے طفیل سے حدیث کا شوق بھی ہو گیا تھا۔ گھر میں صوفیوں کی کتابیں بھی پڑھ لیا کرتا تھا۔ مگر ایمان میں وہ روشنی، وہ نور معرفت میں ترقی نہ تھی جو اب ہے۔ اس لئے میں اپنے دوستوں کو اپنے تجربے کی بنا پر کہتا ہوں کہ یاد رکھو اس خلیفۃ اللہ کے دیکھنے کے بدوں صحابہ کا سا زندہ ایمان نہیں مل سکتا۔ اس کے پاس رہنے سے تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ کیسے موقع موقع پر خدا کی وحی سناتا ہے اور وہ پوری ہوتی ہے تو روح میں ایک محبت اور اخلاص کا چشمہ پھوٹ پڑتا ہے جو ایمان کے پودے کی آبپاشی کرتا ہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ 342)

☆☆☆☆☆☆

نظام خلافت اور شوریٰ

(مکرم بشارت محمود صاحب۔ سرگودھا)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

''اور جو اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا امر باہمی مشورہ سے طے ہوتا ہے اور اس میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا خرچ کرتے ہیں۔''

(الشوریٰ: 39 ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

''اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔''

(سورۃ آل عمران: 160 ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنے صحابہؓ سے مشورہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(ترمذی کتاب الجہاد باب ما جاء فی المشورہ)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

''میرا مذہب ہے لَا خِلَافَۃَ اِلَّا بِالْمَشْوَرَۃِ خلافت جائز ہی نہیں جب تک اس میں شوریٰ نہ ہو۔''

(منصب خلافت۔ انوار العلوم جلد 2 صفحہ 25)

مشورہ لینا خلیفہ کا حق ہے

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

''مشورہ لینے کا حق (دین حق) نے نبی کو اور اس کی نیابت میں خلیفہ کو دیا ہے مگر کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ نبی یا خلیفہ کے سامنے تجاویز پیش کرنے کا حق دوسروں کے لئے رکھا گیا ہے۔ کوئی ایسی مثال نہیں مل سکتی کہ کسی نے اپنی طرف سے رسول کریم ﷺ کے سامنے تجویز پیش کی ہو اور اسے اپنا حق سمجھا ہو۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1930ء صفحہ 7)

آخری فیصلہ کا اختیار خلیفۂ وقت کے پاس ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''مشورہ لینے کا حکم تو ہے تا کہ معاملہ پوری طرح نکھر کر سامنے آ جائے لیکن ضروری نہیں ہے کہ مشورہ مانا بھی جائے تو آپ کی سنت کی پیروی میں ہی ہمارا نظام شوریٰ بھی قائم ہے، خلفاء، مشورہ لیتے ہیں تا کہ گہرائی میں جا کر معاملات کو دیکھا جا سکے لیکن ضروری نہیں ہے کہ شوریٰ کے تمام فیصلوں کو قبول بھی کیا جائے اس لئے ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ شوریٰ کی کارروائی کے آخر پر معاملات زیر غور کے بارے میں جب رپورٹ پیش کی جاتی ہے تو اس پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ شوریٰ یہ سفارش کرتی ہے، یہ لکھنے کا حق نہیں ہے کہ شوریٰ یہ فیصلہ کرتی ہے۔ شوریٰ کو صرف سفارش کا حق ہے۔ فیصلہ کرنے کا حق صرف خلیفہ وقت کو ہے۔ اس پر کسی کے ذہن میں یہ بھی سوال اٹھ سکتا ہے کہ پھر شوریٰ بلانے کا یا مشورہ لینے کا فائدہ کیا ہے، آج کل کے پڑھے لکھے ذہنوں میں یہ بھی آ جاتا ہے تو جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ آیا ہوں کہ مجلس مشاورت ایک مشورہ دینے والا ادارہ ہے۔ اس کا کردار پارلیمنٹ کا نہیں ہے، جہاں فیصلے کئے جاتے ہیں۔ آخری فیصلے کے لئے بہرحال معاملہ خلیفہ وقت کے پاس آتا ہے اور خلیفہ وقت کو ہی اختیار ہے کہ وہ فیصلہ کرے، اور یہ اختیار اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ لیکن بہرحال عموماً مشورے مانے بھی جاتے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا سوائے خاص حالات کے جن کا علم خلیفہ وقت کو ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ بعض حالات میں بعض وجوہات جن کی وجہ سے وہ مشورہ رد کیا گیا ہو ان کو خلیفہ وقت بتانا نہ چاہتا ہو ایسی بعض مجبوریاں ہوتی ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 196 تا 198)

شوریٰ کا مقام

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

''آج بے شک ہماری مجلس شوریٰ دنیا میں کوئی عزت نہیں رکھتی مگر وقت آئے گا اور ضرور آئے گا جب دنیا کی بڑی سے بڑی پارلیمنٹوں کے ممبروں کو وہ درجہ حاصل نہ ہو گا جو اس کی ممبری کی وجہ سے حاصل ہو گا۔ کیونکہ اس کے ماتحت ساری دنیا کی پارلیمنٹیں آئیں گی۔ پس اس مجلس کی ممبری بہت بڑی عزت ہے اور اتنی بڑی عزت ہے کہ اگر بڑے سے بڑے بادشاہ کو ملتی تو وہ بھی اس پر فخر کرتا اور وہ وقت آئے گا جب بادشاہ اس پر فخر کریں۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1928ء صفحہ 15)

جماعت احمدیہ مجلس شوریٰ کا قیام

جماعت احمدیہ کی پہلی مجلس شوریٰ 15-16 اپریل 1922ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول (قادیان) کے ہال میں منعقد ہوئی اور اس میں 52 بیرونی اور 30 مرکزی نمائندوں نے شرکت کی۔ ہال کی شمالی جانب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی میز اور کرسی تھی اور سامنے نصف دائرہ کی شکل میں نمائندے کرسیوں پر بیٹھے تھے ساڑھے نو بجے صبح کے قریب حضور نے افتتاحی تقریر فرمائی جو بارہ بجے تک جاری رہی یہ چونکہ اپنی نوعیت کی پہلی مجلس شوریٰ تھی۔ اس لئے حضور نے تفصیل کے ساتھ اس کی ضرورت و اہمیت اور اسکے طریق کار پر روشنی ڈالی اور نمائندگان کو متعدد اہم ہدایات دیں جو ہمیشہ کے لئے مشعل راہ ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 296)

مقابلہ نظم بعنوان ''خلافت احمدیہ''

شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان خدام کے مابین ''خلافت احمدیہ'' کے موضوع پر نظم لکھنے کا مقابلہ منعقد کر رہا ہے۔ اس مقابلہ میں خدام کو کم از کم 6 اور زیادہ سے زیادہ 15 اشعار کی نظم لکھنی ہوگی۔ نظم جمع کروانے کی آخری تاریخ 31 دسمبر 2007ء ہوگی۔ مقابلہ میں اوّل، دوم اور سوم آنے والے خدام کو بالترتیب 5، 3 اور 2 ہزار روپے نقد انعام دیا جائے گا۔

(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است   ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسم ہمیں راہم

نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن و آئی بنک

(مرتبہ: مکرم ریحان احمد ملک صاحب۔ معاون صدر)

آنکھ انسانی جسم کا ایک نہایت اہم عضو ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ آنکھوں سے ہم دنیا کے رنگوں اور خدا کی قدرتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہمیں ہمیشہ اس عطیہ خداوندی کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔

انسانی آنکھ کئی حصوں اور پردوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان میں سے کسی ایک حصے کے درست کام نہ کرنے سے نظر کی خرابی پیدا ہوجاتی ہے جو مکمل نابینائی (Blindness) پر بھی منتج ہوسکتی ہے۔ آنکھ کا ایسا ہی ایک حصہ کارنیا (Cornea) ہے جو آنکھ کا بیرونی صاف وشفاف غلاف ہوتا ہے۔

ہمارے اردگرد ایسے بے شمار افراد موجود ہیں جن کی آنکھ کا تمام اندرونی نظام تو درست کام کر رہا ہے لیکن ان کا کارنیا کسی بیماری کی وجہ سے دھندلا ہوجاتا ہے یا اس پر سفیدی آجاتی ہے۔ ایسے تمام افراد متاثرہ آنکھ یا آنکھوں کی بینائی سے محروم ہوجاتے ہیں۔

کارنیا کی پیوندکاری

خوش قسمتی سے میڈیکل سائنس کی ترقی کے ساتھ یہ بات سامنے آئی ہے کہ ایسے نابینا افراد کی بینائی صحت مند کارنیا کی پیوندکاری کے ذریعے بحال کی جاسکتی ہے۔ اور یہ افراد دوبارہ زندگی کے رنگ دیکھ سکتے ہیں۔ کارنیا انسانی جسم کا ایسا حصہ ہے جو انسانی وفات کے بعد بھی تقریباً 4 سے 6 گھنٹے تک ایسی حالت میں رہتا ہے کہ اگر محفوظ کرلیا جائے تو آئندہ چند دنوں میں پیوندکاری کے کام آسکتا ہے۔ نیز کارنیا کی پیوندکاری کا آپریشن دیگر اعضاء کی پیوندکاری کے آپریشنز کی نسبت مختصر، آسان اور زیادہ کامیاب ثابت ہوتا ہے۔ اور اس میں Rejection اور دیگر پیچیدگیوں کے امکانات بھی نسبتاً کم ہوتے ہیں۔

عطیہ چشم کا تصور

کارنیا کی پیوندکاری میں حائل سب سے بڑی مشکل صحتمند کارنیا کی عدم دستیابی ہے۔ دنیا بھر خصوصاً ہمارے ملک میں وفات کے بعد کارنیا کا عطیہ دینے کا رجحان بہت کم ہے۔ سری لنکا دنیا کا واحد قابل ذکر ملک ہے جس کے افراد میں بعد از وفات آنکھیں عطیہ کرنے کا تصور اور ذوق شوق پایا جاتا ہے۔ لیکن سری لنکا پوری دنیا کے نابینا افراد کی ضروریات کو کسی طرح بھی پورا نہیں کرسکتا۔ اگر کارنیا کی بیماری کی وجہ سے نابینا ہوجانے والے افراد کو بینائی فراہم کرنا ہے تو پوری دنیا کے ممالک کو عطیہ چشم کی تحریک میں حصہ لینا ہوگا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ ایسا کر رہے ہیں؟ کیا وہ عطیہ چشم کی اہمیت کو سمجھتے ہیں؟

بدقسمتی سے اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔

نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن و آئی بنک

اللہ کے فضل سے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو یہ توفیق حاصل ہے کہ وہ عطیہ چشم کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے خدمت خلق کے اس میدان میں بھی سرگرم عمل ہے۔ نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن اور آئی بنک کا قیام اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن کی بنیاد نومبر 2000ء میں رکھی گئی۔ اس ایسوسی ایشن کا بنیادی مقصد افراد جماعت کو وصیت عطیہ چشم کی تحریک کے ذریعے آئی ڈونر بنانا، آئی ڈونرز کی وفات کے بعد ان کے کارنیا حاصل کرنا اور موزوں نابینا افراد کو یہ کارنیا پیوند کرنا ہے۔

نور العین

آئی بنک کی نئی عمارت (نور العین) میں منتقلی کے بعد اب نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن و آئی بنک کی خدمت کا دائرہ اور وسیع ہوچکا ہے۔ اس عمارت میں نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن کے مرکزی دفاتر کے علاوہ آئی آؤٹ ڈور، مردانہ وزنانہ آئی وارڈ اور آئی آپریشن تھیٹر کی سہولت بھی موجود ہے۔ جہاں مستحق افراد کا معائنہ اور آپریشنز مفت کئے جاتے ہیں۔

بیرونی برانچز

نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن و آئی بنک کے کام کو بہتر بنانے کے لئے پاکستان بھر میں 26 برانچز بھی قائم کی گئی ہیں۔ یہ برانچز لاہور، فیصل آباد، راولپنڈی، کراچی، پشاور، مردان، اسلام آباد، گوجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ، نارووال، جھنگ، سرگودھا، منڈی بہاؤالدین، اوکاڑہ، ملتان، بہاولپور، ڈیرہ غازی خان، حیدرآباد، میرپورخاص، نواب شاہ، سکھر، مٹھی، سانگھڑ، کوئٹہ اور آزاد کشمیر میں مرکز کی زیرنگرانی کام کر رہی ہیں۔ متعلقہ برانچز کے قائدین اضلاع وعلاقہ اپنے اپنے شہروں میں اپنی برانچز کے نگران مقرر کئے گئے ہیں۔

آئی ڈونر بننے کا طریق

احباب جماعت کے لئے آئی ڈونر بننا نہایت آسان ہے۔ آپ صرف ایک وصیتی فارم پر کرکے اس نیک تحریک میں حصہ لے سکتے ہیں۔ ایک آئی ڈونر یہ وصیت کرتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد اس کی آنکھیں نابینا افراد کی بینائی کی بحالی یا تحقیق کے سلسلہ میں استعمال کرلی جائیں۔ کسی آئی ڈونر کی وفات کی اطلاع ملنے پر نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن و آئی بنک کی ٹیم مرحوم کے کارنیا حاصل کرکے انہیں محفوظ کرلیتی ہے۔

30 جنوری 2007ء تک اس تحریک میں کل 13750 احمدی احباب آئی ڈونرز بن چکے ہیں، کل 51 آئی ڈونرز کی وفات پر ان کے کارنیا حاصل کئے گئے اور پیوندکاری کے کل 95 آپریشن کئے گئے۔ ان میں سے 47 مریض احمدی جبکہ 48 مریض غیر از جماعت تھے۔

آپ بھی آئی ڈونر بن سکتے ہیں اگر!!

☆ آپ کی عمر 80 سال سے کم ہے۔

☆ آپ کا کارنیا صحت مند ہے خواہ آپ کو عینک ہی لگی ہو۔

☆ آپ کے دل میں نابینا افراد کی ہمدردی موجود ہے۔

کن افراد کا عطیہ مناسب نہیں؟

☆ جن کی عمر 80 سال سے زائد ہو۔

☆ جو ہیپاٹائٹس بی، سی یا ایڈز کا شکار ہوں۔

☆ جن کا کارنیا سفید یا دھندلا ہو۔

موزوں وصول کنندگان کون سے افراد ہیں؟

☆ جن کی آنکھوں کا تمام اندرونی نظام تو درست ہو لیکن ان کا کارنیا کسی بیماری یا چوٹ کی وجہ سے بیمار ہوگیا ہو۔ ایسے نابینا افراد کی بینائی صرف کارنیا کی پیوندکاری کے ذریعے ہی بحال کی جاسکتی ہے۔

مخلوق خدا کے لئے کمربستہ اور مستعد

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ بہت سی گنواری عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپ کو دینی ضرورت کے لئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا میں بھی اتفاقاً جانکلا کیا دیکھتا ہوں۔

حضرت کمربستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں اور فرمایا "یہ بڑا ثواب کا کام ہے مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہیے۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولوی عبدالکریم صاحب)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں

یہ مسائل تصوّف

مرزا اسداللہ خاں غالبؔ کے اشعار کی لطیف تشریح

(مکرم میر انجم پرویز صاحب۔ نارووال)

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ ۱۹۹۱ء میں فرمایا:۔

”جتنے مسلمان ممالک ہیں یہ اسلحہ سازی میں ہر اس ملک کے محتاج ہیں جن کے خلاف مسلمان جہاد کا اعلان کرتے ہیں۔ جن مغربی یا مشرقی قوموں کو مشرک اور خدا سے دُور اور خدا کے دشمن اور بت پرست اور ظالم اور سفاک بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور یہ حکم سنایا جاتا ہے کہ ان سے لڑنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ راکٹ مانگنے کے لئے بھی ان کی طرف ہاتھ بڑھائے جاتے ہیں اور سمندری اور ہوائی جنگی جہاز مانگنے کے لئے بھی ان کی طرف دیکھا جاتا ہے۔ توپیں بھی ان سے مانگی جاتی ہیں۔ ہر قسم کا دوسرا اسلحہ بھی اُن سے طلب کیا جاتا ہے۔ سادگی کی حد ہے۔ کہتے ہیں۔

اس سادگی پہ کون نہ مَر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

لیکن یہ سادگی پھر بھی قرین قیاس ہے۔ سمجھ میں آجاتی ہے۔ بھولا پن ہے مگر تمہاری سادگی جہالت کی انتہاء ہے کہ جن کو دشمن قرار دیتے ہو۔ جن کو للکارتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمارے مذہب کی تلقین ہے کہ ہم تمہارے خون کا آخری قطرہ چوس جائیں اُن سے مخاطب ہو کے کہتے ہو کہ ہم نہتے ہیں۔ ہمیں ہتھیار تو دو کہ تمہاری گردنیں اڑائیں۔ اس سے بڑی جہالت اور کیا ہوسکتی ہے۔ پس اب ایک قوم کی قوم نے اپنے مفادات کی خودکشی کا فیصلہ کرلیا ہو تو کون ہے جو اُن کی مدد کو آئے گا اور کیسے کوئی اُن کی مدد کر سکے گا۔ ایسی قوموں کی تو پھر خدا بھی مدد نہیں کرتا“۔ (روزنامہ الفضل ۷ مارچ ۱۹۹۱ء)

قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل

خطبہ فرمودہ ۲۹ مارچ ۱۹۹۱ء میں فرمایا:۔

”اگر ایک انسان صحیح معنوں میں خداتعالیٰ کا عرفان حاصل کرچکا ہو۔ (عرفان تو کوئی انسان صحیح معنوں میں مکمل طور پر کر ہی نہیں سکتا)۔ میری مراد یہ ہے کہ عرفان کے حصول کا نکتہ سمجھ جائے تو وہ ہمیشہ محسوس کرے گا کہ جب وہ کسی کی تعریف کرے یا جب کوئی اس کی تعریف کرے تو وہ آخری مقام نہیں ہے اور جو بھی تعریف کا مستحق نظر آتا ہے اُس کے پیچھے ایک سمندر ہے۔ جس کا وہ ایک معمولی حصہ ہے ویسا ہے جیسا کہ غالب نے اپنے ایک شعر میں کہا کہ

قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل بچوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

کہ اگر تمہیں قطرے میں سمندر دکھائی نہیں دیتا یعنی کسی قابل تعریف بات میں تمہیں خداتعالیٰ کی قابل حمد ذات دکھائی نہیں دے رہی اور یہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ قطرہ خدا کے سمندر کا ایک حصہ ہے تو یہ پھر دیدۂ بینا نہیں ہے۔ یہ تو بچوں کا ایک کھیل ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ غالب نے انہی معنوں میں یہ شعر کہا ہوگا لیکن مجھے تو صرف انہی معنوں میں یہ شعر اچھا لگتا ہے اور انہی معنوں میں تعریف کے لائق بھی ہے کیونکہ یہ شعر خدا کی تعریف سے منسلک ہوجاتا ہے۔ پس یہ وہ معنی ہیں جس کو ملحوظ رکھتے ہوئے حمد کرنی چاہیے اور خوبصورت چیزوں پر نگاہ کرنی چاہیے اور خوبصورت چیزوں سے محبت کرنی چاہیے یعنی وہ محبت اُن تک ٹھہر نہ جائے بلکہ ان کے وجود سے پار نکل جائے“۔

(روزنامہ الفضل ۶ مئی ۱۹۹۱ء)

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

۳۱ مئی ۱۹۹۱ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

”شکریہ اگر ادا کرنا ہے تو خدا سے اس کی توفیق مانگو، توفیق اس چیز کی مانگی جاتی ہے جو مشکل ہو۔ جس کے لئے جان کو جوکھوں میں ڈالنا پڑتا ہے۔ پس انبیاء چونکہ شکریے کا حق ادا کرنا چاہتے تھے، ہرچند کہ اللہ کے شکریہ کا حق ادا نہیں ہوسکتا اور غالب والی بات ہی درست ہے کہ۔

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کہ ہم خدا کو زیادہ سے زیادہ جو چیز پیش کرسکتے ہیں اپنی جان دے سکتے ہیں ناں۔ اس سے بڑھ کر ہم کیا کرسکتے ہیں لیکن جان بھی خدا کو دے دیں تو وہ بھی تو اسی نے دی تھی۔ اسی کی عطا کو اس کو واپس کریں گے، نئی چیز کیا اپنے پاس سے، گھر سے لائیں گے“۔ (الفضل ۲۳ ستمبر ۱۹۹۱ء)

(باقی آئندہ)

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

دیر نہیں ، حرم نہیں ، در نہیں ، آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہگزر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں

جب وہ جمالِ دل فروز ، صورت مہرِ نیم روز
آپ ہی ہو نظارہ سوز، پردے میں منہ چھپائے کیوں

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

واں وہ غرورِ عز وناز ، یاں یہ حجاب پاس وضع
راہ میں ہم ملیں کہاں ؟ بزم میں وہ بلائے کیوں

ہاں وہ نہیں خدا پرست ، جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو دین ودل عزیز، اس کی گلی میں جائے کیوں

غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں ؟
روئیے زار زار کیا ؟ کیجیے ہائے ہائے کیوں

(مرزا اسداللہ خاں غالب)

ہے شکر رب عزوجل خارج از بیاں

(سرفراز احمد عدیل۔ کنری)

حضرت مصلح موعودنوراللہ مرقدہ بیان فرماتے ہیں:۔

’’حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ دلّی کے ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ اُن کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں لڈو بہت پسند تھے۔ دِلّی میں بالائی کے لڈو بنتے ہیں جو بہت لذیذ ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ وہ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی شخص بالائی کے دو لڈو اُن کے پاس ہدیۃً لایا۔ اُن کے ایک شاگرد غلام علی شاہ بھی اُس وقت پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے وہ دونوں لڈو اُن کو دے دیئے۔ بالائی کے لڈو بہت چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اخروٹ کے برابر بلکہ اس سے بھی چھوٹے ہوتے ہیں۔ انہوں نے ایک دفعہ ہی وہ دونوں لڈو اٹھائے اور منہ میں ڈال لئے۔ جب وہ کھا چکے تو حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے اُن کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ میاں غلام علی! معلوم ہوتا ہے تم کو لڈو کھانے نہیں آتے۔ وہ اُس وقت تو خاموش ہو گئے مگر کچھ دنوں کے بعد اُن سے کہنے لگے حضور مجھے لڈو کھانے سکھا دیجئے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے کہا کہ اگر اب کسی دن لڈو آئیں تو مجھے بتانا۔ میں تمہیں لڈو کھانا سکھا دوں گا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر کوئی شخص اُن کے لئے بالائی کے لڈو لایا۔ میاں غلام علی صاحب کہنے لگے۔ حضور! آپ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ مَیں تمہیں لڈو کھانا سکھا دوں گا۔ آج اتفاقاً پھر لڈو آ گئے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ لڈو کس طرح کھائے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنا رومال نکالا۔ اور اُس پر وہ لڈو رکھ کر ایک لڈو سے ذرہ سا ٹکڑہ توڑ کر اپنے منہ میں ڈالا اور سبحان اللہ! سبحان اللہ کہنے لگ گئے۔ پھر فرمانے لگے۔ واہ مظہر جان جاناں تجھ پر تیرے رب کا کتنا بڑا فضل ہے۔ یہ کہہ کر پھر سبحان اللہ! سبحان اللہ کہنے لگ گئے اور اپنے شاگرد کو مخاطب کر کے فرمایا۔

میاں غلام علی! یہ لڈو کن چیزوں سے بنتا ہے۔ انہوں نے چیزوں کے نام گنانے شروع کر دیئے۔ کہ اس میں کچھ بالائی ہے۔ کچھ میٹھا ہے۔ کچھ میدہ ہے۔ یہ سن کر انہوں نے پھر سبحان اللہ! سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا اور فرمایا۔ میاں غلام علی۔ تمہیں پتہ ہے یہ میٹھا جو اس لڈو میں پڑا ہے کس طرح بنا۔ انہوں نے بتایا کہ زمیندار نے پہلے گنا بویا۔ پھر بیلنے میں اس کو بیلا۔ پھر رس تیار ہوئی اور اُس سے شکر بنائی گئی۔ حضرت مظہر جان جاناں فرمانے لگے۔ دیکھو وہ زمیندار جس نے شکر کو بویا تھا وہ کس طرح اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اپنے کھیتوں میں گیا اُس نے ہل چلایا۔ کھیتوں کو پانی دیا اور ایک لمبے عرصہ تک محنت و مشقت برداشت کرتا رہا۔ صرف اس لئے کہ مظہر جان جاناں ایک لڈو کھالے۔ یہ کہہ کر وہ پھر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر بعد فرمانے لگے۔ چھ ماہ زمیندار اپنے کھیت کو پانی دیتا رہا۔ پھر کس محنت سے اُس نیشکر کو بیلا۔ اُس سے رس نکالی اور پھر آگ جلا کر کتنی دفعہ وہ اس دنیا کے دوزخ میں گیا۔ محض اس لئے کہ مظہر جان جاناں ایک لڈو کھالے۔ اس کے بعد انہوں نے اسی طرح میدہ اور بالائی کے متعلق تفاصیل بیان کرنی شروع کر دیں کہ کس طرح ہزاروں آدمی دن رات ان کاموں میں مشغول رہے۔ انہوں نے اپنی صحت کی پرواہ نہ کی۔ انہوں نے اپنے آرام کو نہ دیکھا انہوں نے اپنی آسائش کو نظر انداز کر دیا۔ اور یہ سارے کام خدا تعالیٰ نے اُن سے محض اس لئے کرائے کہ مظہر جان جاناں ایک لڈو کھالے۔ یہ کہہ کر اُن پر پھر ربودگی کی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ سبحان اللہ! سبحان اللہ کہنے لگ گئے۔ اتنے میں عصر کا وقت آ گیا اور وہ اُٹھ کر نماز کے لئے چلے گئے۔ اور لڈو اُسی طرح پڑا رہا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ہفتم از حضرت مصلح موعود صفحہ 18 تا 19)

منارۃ المسیح

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 623)

’’خوش خوش چل کہ تیرا وقت نزدیک آ پہنچا ہے اور محمدی گروہ کا پاؤں ایک بہت اونچے مینار پر مضبوطی سے قائم ہو گیا ہے۔‘‘

’’(حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے 1900ء میں یہ تجویز کی تھی کہ قادیان کی (بیت) اقصیٰ میں ایک سفید منارہ تعمیر کیا جاوے۔ جس میں ایک بڑی گھڑی بھی لگائی جاوے اور روشنی کا بھی انتظام ہوتا کہ یہ روشنی خدائی نور کے لئے ایک ظاہری علامت بھی بن جاوے۔‘‘ (سلسلہ احمدیہ صفحہ 140)

چنانچہ اس مینار کا نقشہ اور تخمینہ حضرت میر حامد علی شاہ صاحب سیالکوٹی کے چھوٹے بھائی سید عبدالرشید صاحب نے بنایا اور اینٹوں کے لئے زمین میاں امام دین صاحب قادیانی نے دی۔

13 مارچ 1903ء بروز جمعۃ المبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مینار کا سنگ بنیاد رکھا۔ آپ نے اینٹ کو ران پر رکھ کر لمبی دعا کی۔ سطح صحن (بیت الذکر) سے 6 فٹ اوپر تک کی تعمیر مکرم قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی کی زیر نگرانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی ہو گئی۔ اس کے بعد یہ کام رکا رہا۔ پھر 27 نومبر 1914ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے دست مبارک سے اینٹ رکھ کر دوبارہ کام شروع کروایا۔ جو قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی کی نگرانی میں ابتدائے 1916ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس مینار کے لئے سنگ مرمر اجمیر شریف سے مہیا کیا گیا۔

یہ ہشت پہلو مینار 105 فٹ بلند ہے۔ اس کی تین منزلیں ہیں اور بانوے سیڑھیاں ہیں۔ 1931ء میں ایک ٹاور کلاک جس کے چاروں سمتوں میں چار ڈائل ہیں جو ہر گھنٹہ گذرنے کی اطلاع بھی دیتا ہے نصب کیا گیا۔ روشنی کے لئے ابتداء میں بجلی نہ ہونے کے بعد گیس کے ہنڈے آویزاں کئے گئے۔ 1935ء کے آخر میں اس کے چاروں طرف بجلی کے طاقتور قمقمے لگا دئے گئے۔ 81-1980ء کے دوران اس پر سفید سنگ مرمر کے سلیب لگائے گئے۔

ہم ہیں تیرے نام کی سودائیاں

ہم نے جب دو چار غزلیں گائیاں
اَور گہری ہو گئیں گہرائیاں

ہجر کی شب کیسی کیسی صورتیں
ہم سے تنہائی میں ملنے آئیاں

رات پروانوں کو جلتا دیکھ کر
شمع خود لینے لگی انگڑائیاں

دل جلے اچھے بھلے خاموش تھے
بات کی تو بڑھ گئیں تنہائیاں

کوچہ و بازار میں برسا لہو
بادلوں کی رُت میں آنکھیں آئیاں

افتاں و خیزاں چلے تیری طرف
راستے میں ٹھوکریں بھی کھائیاں

دشمنوں سے دشمنی بھی چھوڑ دی
دوستوں کی گالیاں بھی کھائیاں

ہم پہ ہیں سایہ فگن اس دھوپ میں
اب بھی تیرے پیار کی پرچھائیاں

اب بھی تیریؔ یاد سے آباد ہیں
شہرِ جسم و جان کی پہنائیاں

تیریؔ سچائی کی ہیں حلقہ بگوش
سب پرانی اور نئی سچائیاں

کیسی کیسی عزّتوں میں ڈھل گئیں
کیسی کیسی ذلّتیں ، رُسوائیاں

ہم نے دیکھا ظلم بھی، انصاف بھی
ہم نے ہر حالت میں غزلیں گائیاں

ہم کو جنّت سے نہ دوزخ سے غرض
ہم ہیں تیرے نام کی سودائیاں

اب کوئی حسرت نہیں، تیری قسم!
ہم نے منہ مانگی مرادیں پائیاں

(مکرم چوہدری محمد علی مضطر عارفی)

شعبہ تعلیم

(مکرم مہتمم صاحب تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

شعبہ تعلیم کا مقصد خدام کے دینی علوم کو فروغ دینا ہے۔ مرکز توقع رکھتا ہے کہ خدام ذوق وشوق کے ساتھ علوم دینیہ حاصل کریں اور پھر ان سے استفادہ کرتے ہوئے مثالی احمدی کے طور پر زندگی گزاریں۔ اس مقصد کے لئے شعبہ تعلیم کی سکیم کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

1- ہر خادم نماز سادہ اور باترجمہ جانتا ہو۔

2- قرآن کریم ناظرہ صحت کے ساتھ پڑھ سکتا ہو اور حسب عمر اس کے ترجمہ اور تفسیر سے واقفیت حاصل کرے۔

3- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کا عادی ہو۔

4- بنیادی دینی تعلیم اور عقائد سے آشنا ہو۔

5- تقریر اور تحریر میں مہارت حاصل کر کے ان صلاحیتوں کو خدمت دین میں استعمال کرے۔

تفصیلی سکیم

نماز سادہ و باترجمہ

نماز سادہ اور باترجمہ سکھانے کے لئے مجلس شوریٰ 1996ء کے فیصلہ جات کے مطابق کوششیں جاری رکھی جائیں۔ مرکز نے جو نماز باترجمہ جیبی سائز میں شائع کی ہے اسے کثرت کے ساتھ خدام تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ شعبہ تعلیم کے ناظمین ہر سطح پر خدام کا ریکارڈ رکھیں اور مجالس عاملہ نماز باترجمہ سیکھنے کے معاملہ میں اپنا بہترین نمونہ پیش کریں۔

تعلیم القرآن

شعبہ تعلیم میں تعلیم القرآن کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ خلفائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں ضروری ہے کہ تمام خدام صحت کے ساتھ قرآن کریم پڑھ سکتے ہوں۔ اس مقصد کے لئے حسب حالات کلاسز منعقد کی جائیں۔ مرکز میں نظارت تعلیم القرآن کے تحت قرآن سکھانے کے لئے جو کلاسیں منعقد کی جاتی ہیں ان میں شرکت کی جائے۔ ایم۔ٹی۔اے پر صحت کے ساتھ قرآن سکھانے والے پروگراموں سے استفادہ کیا جائے۔

قرآن کریم کا ترجمہ سکھانے کے لئے معین پروگرام بنائے جائیں اور ہر سطح پر کلاسیں منعقد ہوں جن میں مربیان کرام، معلمین کرام، انصار بزرگان اور اہل علم خدام سے مدد لی جائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جرمنی میں ایک محفل کے دوران ایک اہم تحریک کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔

”بچوں کو خصوصیت سے اور بڑوں کو بھی وہ آیتیں یاد کر لینی چاہئیں جن کی نمازوں میں مَیں تلاوت کرتا ہوں۔ آیتیں جو میں نے چنی ہیں کسی مقصد کے لئے چنی ہیں۔ اگر ان کا ترجمہ آتا ہو تو اس کا دل پر اثر پڑے گا مطلب نہ آتا ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں“۔

(الفضل انٹرنیشنل 7 جون 1996ء جلد 3 شمارہ 23)

یہ آیات ”آیات الکتاب“ کے نام سے کتابی شکل میں بھی موجود ہیں جسے لجنہ اماء اللہ لاہور نے شائع کیا ہے۔

اضلاع کے لئے ماہانہ رپورٹ تعلیم القرآن بھیجنا ضروری ہے۔ جس میں خصوصیت سے یہ درج ہو کہ دوران ماہ (i) کتنی کلاسز برائے تعلیم القرآن لگائی گئیں۔

(ii) کتنے خدام نے ناظرہ اور صحت کے ساتھ قرآن سیکھا یا سیکھ رہے ہیں۔

(iii) کتنے خدام نے باترجمہ سیکھا یا سیکھ رہے ہیں۔

مطالعہ کتب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب دینی علوم کا بہترین خزانہ ہیں۔ ان کے مطالعہ کی طرف خدام کو راغب کیا جائے۔ مطالعہ کتب کی عادت ڈالنے کے لئے مرکز کی طرف سے ہر ماہ ایک کتاب مقرر کی جاتی ہے۔ (اس سال کی کتاب براہین احمدیہ حصہ اوّل تا سوم ہے) اگر یہ کتاب میسر نہ ہو تو کسی دوسری کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔ مراکز نماز میں ان کا درس بھی مفید ہوسکتا ہے۔

ہر ماہ کے آخر میں مقررہ کتاب کے متعلق ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی جائے جسمیں مختلف خدام کتاب کا تعارف اور نفس مضمون پیش کریں اور باہمی سوال وجواب کے ذریعہ اس کا مضمون ذہن نشین کریں۔ کسی بزرگ اور عالم کی خدمات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ تعلیمی کارڈ کو رواج دینے کی کوشش کریں نیز روحانی خزائن کی ایک مکمل جلد پڑھنے والے خدام کو سند جاری کی جاتی ہے خدام کو اس طرف بھی توجہ دلائی جائے۔

مقابلہ جات مضمون نویسی ومقالہ نویسی

مرکزی طور پر مضمون نویسی کے چار اور مقالہ نویسی کا ایک مقابلہ منعقد کرایا جائے گا۔ ان تمام مقابلوں میں تمام اضلاع سے خدام کی شرکت بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے خدام کو انعامات اور سندات دی جائیں گی اور معیاری مضامین شائع کرائے جائیں گے۔ مضامین اور مقالہ سے متعلق ذیلی عناوین اور راہنما کتب پر مشتمل سرکلر مرکز سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

مجالس انصار سلطان القلم اور بزم حسن بیان

خدام میں تحریر وتقریر کی صلاحیت کو جلا بخشنے کے لئے مجلس انصار سلطان القلم اور بزم حسن بیان قائم کی جائیں۔ جن کے تحت خدام کی علمی ادبی صلاحیتوں کو ابھرنے کا موقع دیا جائے۔ ان میں خدام اپنے مضامین، انشائیے، تبصرے نظمیں، تقاریر وغیرہ پیش کریں۔ ان مجالس کے تحت خدام میں علمی مقابلے کروائیں جائیں

مقالہ نویسی بعنوان ”نظام خلافت“

زیر انتظام مجلس انصار اللہ پاکستان

(آخری تاریخ 30 جولائی 2007ء)

عناوین سہ ماہی مقابلہ مضمون نویسی

سہ ماہی دوم ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے حسن سلوک“

آخری تاریخ: 15 اپریل 2007ء

سہ ماہی سوم ”اسلام، امن، سلامتی اور محبت کا مذہب“

آخری تاریخ: 15 جولائی 2007ء

سہ ماہی چہارم ”محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں“

آخری تاریخ: 15 اکتوبر 2007ء

(مضمون 5 تا 7 فل اسکیپ صفحات پر مشتمل ہونا چاہئے)

اور عام طور پر وہی نصاب ملحوظ رکھا جائے جو امسال مرکزی علمی مقابلہ جات کیلئے مقرر ہے۔ اس کے نتیجہ میں بہترین خدام مرکزی ریلی پر نمائندگی کر سکیں گے۔ نیز خدام میں یہ صلاحیت پیدا کی جائے کہ وہ عمومی ملکی حالات کے بارے میں بھی لکھ سکیں اور اپنا نکتہ نظر اخبارات و رسائل کو بھجوا سکیں۔

مرکزی امتحان

ایک مرکزی امتحان منعقد ہوگا اس میں زیادہ سے زیادہ خدام کو شامل کرنے کی کوشش کی جائے اور حل شدہ پرچہ جات جلد مرکز کو ارسال کر دیئے جائیں۔ اس کا نصاب علمی مقابلہ جات کے پروگرام میں درج ہے۔

لائبریریوں کا قیام

بڑی مجالس اپنے ہاں حسب حالات وگنجائش ایک لائبریری قائم کریں۔ جس میں کم از کم ماہوار مطالعہ کی کتب، علمی مقابلوں کا نصاب اور خدام الاحمدیہ سے متعلق ضروری لٹریچر موجود ہو اور خدام اس سے استفادہ کریں۔

سالانہ علمی مقابلہ جات

جس میں قیادت ضلع اور علاقہ کے تحت خدام شرکت کریں گے۔ شروع سال سے تیاری کی جائے۔ ضلعی اور علاقائی سطح پر مقابلے منعقد کروا کر بہترین خدام کو مرکز میں نمائندگی کے لئے بھجوایا جائے۔

ضروری اعلان

بیرون خریداران رسالہ خالد وتشحیذ الاذہان کے لئے اعلان ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے ڈاک خرچ میں دوگنا اضافہ ہوا ہے۔ اس لئے ادارہ نے خالد وتشحیذ الاذہان کے لئے مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی منظوری سے -/3000 پاکستانی روپے سالانہ چندہ مقرر کیا ہے۔

مینیجر رسالہ خالد وتشحیذ الاذہان

نتائج مقابلہ بین المجالس، اضلاع وعلاقہ (خدام)

1384-85 ہش بمطابق 2005-06ء

(مکرم معتمد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

نتیجہ مقابلہ بین المجالس خلافت جوبلی علم انعامی

اوّل	لطیف آباد حیدرآباد
	(خلافت جوبلی علم انعامی کی حقدار پائی)
دوم	نارتھ کراچی
سوم	گلشن پارک لاہور
چہارم	اسلام پورہ لاہور
پنجم	ماڈل ٹاؤن لاہور
ششم	تلونڈی موسیٰ خان گوجرانوالہ
ہفتم	فیصل ٹاؤن لاہور
ہشتم	ملیر کینٹ کراچی
نہم	دستگیر سوسائٹی کراچی
دھم	شالامار ٹاؤن لاہور

نتیجہ مقابلہ بین العلاقہ خدام

اوّل	حیدرآباد
دوم	لاہور
سوم	گوجرانوالہ
چہارم	راولپنڈی
پنجم	بہاولپور
ششم	کراچی

نتیجہ مقابلہ بین الاضلاع خدام

اوّل	حیدرآباد
دوم	لاہور
سوم	سیالکوٹ
چہارم	راولپنڈی
پنجم	کراچی
ششم	اسلام آباد
ہفتم	حافظ آباد
ہشتم	میرپور AK
نہم	بہاولپور
دھم	لودھراں

سب سے پہلے پاکستان

قدیم تہذیب، ہڑپہ کے کھنڈرات

(مرسلہ: مکرم راشد محمود وہلہ صاحب۔ شیخوپورہ)

ہڑپہ کے کھنڈرات دریائے راوی سے چھ کلومیٹر اور ساہیوال سے 17 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہیں۔ ہڑپہ کی تہذیب بھی دنیا کی قدیم ترین تہذیب رہی ہے۔ یہ تہذیب 'ہڑپین' کے نام سے جانی گئی ہے۔ ہڑپہ کے آثار وادی سندھ کا دوسرا اہم مقام رہا ہے۔

ہڑپہ کی تہذیب کو تاریخ کے ماہرین نے تین ادوار میں تقسیم کیا۔

ابتدائی دور (5000ق م سے 2600ق م تک)

عروج کا دور (2600ق م سے 1900ق م تک)

اختتام یا زوال (1300ق م تک)

ہڑپہ کے کھنڈرات کے آثار کس طرح دریافت ہوئے؟ ہڑپہ کے کھنڈرات کے سب سے پہلے آثار 1856ء میں سول انجینئر مسٹر میسن نے دریافت کیے، وہ لاہور سے ملتان تک کی ریلوے لائن بچھانے کے کام پر مامور تھے۔

ان کھنڈرات سے ماہرین آثار قدیمہ کو اندازہ ہوا کہ وادی سندھ کی تہذیب کے یہ دو مرکزی جڑواں شہر 5200 سال قدیم ہیں۔ ماہرین نے اس بات سے بھی پردہ اُٹھایا کہ ہڑپہ کے کھنڈرات مہرگڑھ صوبہ بلوچستان میں بھی 7000 قبل از مسیح کے کھنڈرات سے ملتے جلتے ہیں۔

ہڑپہ کے کھنڈرات کے مختلف حصوں کی کھدائی کا کام اس طرح مکمل ہوا 1923ء سے 1925ء اور 1926ء سے لے کر 1936ء تک کھدائی کا کام ہوتا رہا ہے۔ اس کی کھدائی کے دوران بہت سے دلچسپ واقعات سامنے آئے کہ ہڑپہ شہر دو حصوں پر مشتمل تھا، ایک بالائی اور ایک زیریں حصہ اس کے علاوہ اب تک جتنے بھی ہڑپہ کے کھنڈرات کی کھدائیاں ہوئی ہیں ان سے ہڑپہ کے مقیم لوگوں کی طرز زندگی کے بارے میں کئی معلومات ملیں جن کی بنا پر ان سے آٹھ مختلف طبقات برآمد ہوئے جن سے معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگوں کا رہن سہن بہت مہذب تھا، گلیوں اور مکانات کے کھنڈرات کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں شہروں کو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت بنایا جاتا تھا، مکانوں کی تعمیر اور نکاسی آب کا انتظام بھی ایک ترقی یافتہ معاشرے کی نشاندہی کرتا ہے۔

ہڑپہ کے کھنڈرات سے برآمد ہونے والے سازوسامان میں کپاس کی روئی، وزن کے باٹ، گولے، تانبے اور لوہے کے ہتھیار اور اوزار، گندم کے خوشے، کھلونے، مجسمے، زیورات، شطرنج، مٹی کے برتن، طشتریاں، سیپ، انسانوں اور جانوروں کے مجسمے (جن کے بارے میں یہ واضح نہیں ہوسکا کہ وہ ان کی پوجا کرتے تھے یا نہیں) اور انسانی ڈھانچے بھی کھنڈرات کی کھدائی سے برآمد ہوئے ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے مردوں کو لکڑی کے تابوت میں دفناتے تھے۔ لاہور عجائب گھر میں رکھے ہڑپہ تہذیب کے نوادرات میں کھلونے جو کہ چکنی مٹی سے بنے ہیں۔ یہ کھلونے کچھ سال قبل بننے والے گھگھوڑوں سے مختلف نہیں۔ اس کے علاوہ ہڑپہ کے مقام پر بھی ایک میوزیم بنایا گیا ہے، جہاں ہڑپہ کے نوادرات سیاحوں کے لئے رکھے گئے ہیں۔ ہڑپہ کے کھنڈرات میں سے چند مہریں بھی ملی ہیں جو ہیں تو اہمیت کی حامل مگران پر ایسے حروف ہیں جن کے بارے میں آثار قدیمہ کے تمام ماہرین انہیں پڑھنے سے قاصر ہیں۔

ہڑپہ کے کھنڈرات کی کھدائی سے کئی شواہد ملے تو ہیں مگران کے بارے میں ماہرین آثار قدیمہ خاموش ہیں اور ان شواہد نے ماہرین کے لئے کئی سوال کھڑے کر دیے ہیں جن کا جواب نہ تو یہاں سے برآمد ہونے والے نوادرات دے سکتے ہیں، نہ ہی ان مہروں کی تحریریں جو یہاں سے برآمد ہوئی ہیں۔ 'ہڑپین' کا مذہب کیا تھا۔ وہ کس کو مانتے تھے؟ ان کے رسم و رواج کیا تھے؟ اس بارے میں ہڑپہ کے کھنڈرات، نوادرات اور آثار سب خاموش ہیں۔

آج سے ہزاروں صدیوں قبل ہڑپہ تہذیب کی زندگی سانس لیتی تھی، یہاں زندگی کی سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں لیکن ہر عروج کے بعد زوال کے محاورے کو قدرت نے ثابت کر کے دکھایا اور وقت کی ستم ظریفی اور قدرتی آفات نے اس تہذیب کو نا صرف زوال پذیر کیا بلکہ اس کی زندگی کے نقوش کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا، صدیوں بعد کے لوگوں کی عبرت اور سوالوں کے لئے۔

(ماخوذ از ''ماہنامہ رابطہ'' دسمبر 2006ء)

پاکستان ریلوے

1861ء میں پاکستان کی سرزمین پر ریلوے کا نظام جاری ہوا۔ پہلے اس کا نام شمال مغربی ریلوے Northeren Western Railway رکھا گیا۔ پھر 1962ء میں تبدیل کر کے پاکستان ویسٹرن ریلوے رکھ دیا گیا۔

1962ء کے آئین کے مطابق ریلوے کی حیثیت صوبائی محکمہ کی تھی۔ 1973ء کے آئین میں اس کو مرکزی شعبہ قرار دیا گیا۔ 1974ء میں اس کا موجودہ نام پاکستان ریلوے رکھا گیا۔ آزادی کے وقت کوئلہ والے انجن استعمال ہوتے تھے۔ جبکہ بعد میں ڈیزل اور بجلی کا استعمال شروع کیا گیا۔ لاہور سے خانیوال سٹیشن تک بجلی کی ٹرین چلتی ہے۔ پاکستان میں تقریباً 860 ریلوے اسٹیشن ہیں پاکستان کی سب سے لمبی پٹری کراچی سے پشاور تک ہے جس کی لمبائی 1045 میل ہے۔ اور پاکستان ریلوے کا ہیڈکوارٹر لاہور میں واقع ہے۔

(جامع عالمی معلومات عامہ انسائیکلوپیڈیا۔ مرتبہ امیر علی خان)

نائٹروجن بم

مکرم محمد داؤد ظفر صاحب۔ گوجرانوالہ)

آج کل اخباروں میں نائٹروجن بم کا بہت چرچا ہے۔.....جس کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے آدمی تو مرجاتے ہیں لیکن عمارتوں کو اور جائیداد کو نقصان نہیں پہنچتا۔ لاشیں اٹھوادی جائیں اور دفن یا بھسم کردی جائیں اور جہاں دھماکے سے کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹے ہیں، نئے لگوادیئے جائیں تو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ یہاں بم گراتھا۔ غرض کہ یہ طرفہ ایجاد ہے جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ لوگوں کو ہر چیز میں کیڑے نکالنے کی عادت ہے۔ ہمارے وطن میں تو لوگ بازار سے پھل لاتے ہیں تو اس میں سے کیڑے نکال لیتے ہیں اور الزام پھل والے کو دیتے ہیں۔ چنانچہ نائٹروجن بم پر بھی اعتراض شروع کر دیا ہے کہ یہ غیر انسانی حرکت ہے کہ انسان کی بجائے درو دیوار اور جائیدادوں کے تحفظ کی زیادہ فکر ہے۔ حالانکہ انسانی جان زیادہ قیمتی ہے وغیرہ۔ ہم سمجھتے ہیں یہ نکتہ چینی سراسر نا سمجھی پر مبنی ہے اور معترضین کی اقتصادیات اور معاشیات سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کون نہیں جانتا کہ مکان، دکانیں، فلیٹ، کارخانے، بنگلے، کوٹھیاں زرکثیر سے تعمیر ہوتی ہیں۔ جب کہ انسان محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے وجود میں آجاتا ہے۔ اس کے لئے کچھ سرمایہ کاری نہیں کرنی پڑتی، نہ کسی انڈسٹریل بینک یا ہاؤس بلڈنگ کارپوریشن سے قرضہ لینا پڑتا ہے۔.....پھر جائیداد کی قیمت وقت کے ساتھ بڑھتی ہے۔ چند سال پہلے جو مکان پچاس ہزار میں بنا تھا، آج تین لاکھ کا ہے۔ انسان کی قیمت گھٹتی جاتی ہے حتیٰ کہ حکومت بھی اسے ریٹائر کر دیتی ہے اور آخر میں اولاد تک اسے وبال دوش سمجھنے لگتی ہے۔ مرنے پر جانور پھر مفید چیز ہے کہ اس کی کھال سے بہت سی چیزیں بن سکتی ہیں۔ مثلاً جوتے جو حسب موقع پہنے کھائے اور لگائے جاسکتے ہیں۔ اور ڈھول جو بجائے جاسکتے ہیں اور اپنے پول کے باوجود دور سے سہانے معلوم ہوتے ہیں۔ انسان کی کھال اس کام بھی نہیں آتی بلکہ غسال، گورکن، سوئم اور چہلم کا خرچ مزید اٹھانا پڑتا ہے۔ اسی لئے انسان کی پیداوار روکنے کے لئے محکمے قائم کیے جاتے ہیں۔ جائیدادوں کی روک تھام کے لئے کوئی محکمہ قائم نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کے لئے قرضے دیئے جاتے ہیں اور کارپوریشنیں قائم کی جاتی ہیں تاکہ لوگ فیاض پلازا وغیرہ بنا سکیں، ایک دن ایسا آئے گا کہ ہر طرف عمارتیں ہی عمارتیں، جائیدادیں ہی جائیدادیں نظر آئیں گی۔ انسان ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا۔ بعض بگڑے دل تو کہتے ہیں کہ اب بھی نہیں ملتا۔ جائیدادوں کا ملبہ اٹھایا جائے تو شاید نیچے سے برآمد ہو۔

دنیا میں آج تک انسان کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے اتنا خرچ نہیں کیا گیا جتنا اسے تلف کرنے کے لئے کیا گیا ہے اور نائٹروجن بم بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آج بھی جتنی ریسرچ ہتھیاروں کے باب میں ہورہی ہے دواؤں یا انسانی علاج کی مشینوں پر نہیں ہورہی، نہ اتنا خرچ تعلیم صحت یا دوسری فضولیات پر ہوتا ہے جتنا جنگی تیاریوں پر ہوتا ہے۔ جب انسان فانی ہے، اسے مرہی جانا ہے تو اسے تعلیم دینے یا اس کی صحت بنانے سے کیا حاصل بلکہ کل کی بجائے آج مرجائے تو اچھا ہے۔ قوموں کی دولت بھی دیکھتے ہیں تو ہمیشہ صنعتی پیداوار زرعی پیداوار، درآمدات، برآمدات، زرمبادلہ کی آمدنی وغیرہ کو گنتے ہیں۔ انسان یا آبادی کو نہیں شمار کرتے۔ پہلے بعض لوگ اس قسم کے اعتراضات کیا کرتے تھے کہ آخر صنعتی اور زرعی پیداوار وغیرہ کے لئے بھی تو انسان کی ضرورت ہے لیکن جب سے انسان کا نعم البدل کمپیوٹر ایجاد ہوا ہے، اس قسم کے اعتراضات کا سلسلہ بند ہوگیا ہے۔ کمپیوٹر انسان سے سوگنا تیز کام کرتا ہے اور اناج کا دشمن بھی نہیں ہے۔ بجلی وغیرہ پر گزر بسر کر لیتا ہے۔

(ابن انشاء از ''باتیں انشاء جی کی'')

لطائف

بے وقوف

ملا نصیر الدین نے ایک ادیب کو اپنے گھر بلایا۔ جب ادیب ملا کے گھر گیا تو ملا کہیں نہ ملا۔ وہ کہیں گیا ہوا تھا۔ ادیب کو بڑا غصہ آیا اس نے ملا کے دروازے پر ''بے وقوف'' لکھ دیا۔

جب ملا گھر واپس آیا۔ دروازے پر ''بے وقوف'' لکھا دیکھا تو سیدھا ادیب کے گھر گیا اور ادب سے ہاتھ باندھ کر کہا۔ اپنے دروازے پر آپ کا نام لکھا دیکھا تو فوراً حاضر ہوگیا۔

معاملہ یہیں ختم کرو

پولیس کانسٹیبل: اپنے بچے سے تمہارا رزلٹ اچھا نہیں آیا آج سے تمہارا کھیلنا اور ٹی وی دیکھنا بند۔

بچہ: یہ پچاس (۵۰) روپے پکڑو اور معاملہ یہیں ختم کرو۔

تکیے کے نیچے

باپ بیٹا پلنگ پر ساتھ بیٹھے تھے۔ باپ نے تکیے کے نیچے بادام رکھے اور اکیلا ہی کھا رہا تھا اور بیٹا اس کا منہ تک رہا تھا اچانک باپ کسی کام سے باہر گیا تو بیٹا سارے کے سارے بادام کھا گیا اور تکیہ اپنے پیٹ پر رکھ کر لیٹ گیا باپ آیا تو اس نے پوچھا ''تکیے کے نیچے بادام تھے کہاں گئے بیٹے نے جواب دیا۔ ابا جان اب بھی تکیے کے نیچے ہیں''

سائنس

آثار زندگی

(مکرم عبدالرحیم صاحب۔ٹوبہ ٹیک سنگھ)

صدیوں سے انسان اس جستجو میں ہے کہ زمین کے علاوہ کسی دوسرے سیارے پر بھی زندگی کے آثار مل جائیں۔اس موضوع پر افسانوی ادب بھی تخلیق ہوا، کتابیں لکھی گئیں اور فلمیں تک بن گئیں، لیکن ابھی تک کسی دوسری دنیا پر کسی قسم کے جانداروں کا سراغ نہیں مل سکا۔

اس حوالہ سے ہمارے نظام شمسی کا سیارہ مریخ کافی اہمیت کا حامل ہے۔سائنس دانوں کو مریخ سے اس لیے دلچسپی پیدا ہوئی کہ اس پر زمین جیسا ماحول ہے جس کی وجہ سے بعض سائنسدان یہ سمجھتے ہیں کہ مریخ پر حیات موجود ہے اور وہ ہماری زمین سے زیادہ مختلف نہیں۔اس خیال کی تصدیق سائنسی طور پر تو نہیں کی جاسکتی تاہم کچھ سائنسدان کہتے ہیں کہ مریخ میں حیات کی بعض شکلوں کو جنم دینے کی صلاحیت موجود ہے۔

سب سے پہلے 1971ء میں روس نے ''مارس سوم'' نامی خلائی جہاز مریخ پر اتارا لیکن وہ ایک گھنٹے سے کم عرصہ تک وہاں کی اطلاعات نشر کرتے رہنے کے بعد خاموش ہو گیا۔پھر 1976ء میں امریکہ نے زیادہ بڑے خلائی جہاز وائکنگ اول اور دوم مریخ کے دو خشک ریگستانوں پر اتارے۔ان میں سے ہر ایک جہاز ایک جیپ کے برابر تھا اور ہر ایک میں ایک سیسمومیٹر (Seismometer) یعنی زلزلہ پیما، ایک مقناطیس، کیمرے اور ہوا اور ٹمپریچر ناپنے والے آلات محفوظ تھے۔ایسے اوزار بھی تھے جو مریخ کی مٹی کے نمونے جمع کرسکتے تھے اور ایک بڑے ڈبہ میں تین ایسے حساس آلات محفوظ کیے گئے تھے جو مریخ پر حیات کی موجودگی کا پتہ لگا سکتے تھے۔انہوں نے بتایا کہ مریخ کی مٹی میں کسی نامیاتی مرکب کا نشان نہیں یعنی حیات قطعی ناپید ہے۔جس سے سائنسدانوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہاں سورج سے آنے والی الٹراوائلٹ اور بالائے بنفشی شعاؤں اور کاسمک ریز یا کائناتی شعاؤں نے سب کچھ ختم کر دیا۔اگر حیات کسی ابتدائی شکل میں موجود تھی بھی تو وہ اس تباہ کاری کا مقابلہ نہ کرسکی۔(''زمین، چاند، سیارے از پروفیسر علی ناصر زیدی ملخص از مضمون سرخ سیارہ مریخ۔)

> اس اہم سوال کے بارہ میں قرآن کریم نے راہنمائی فرمائی ہے۔
>
> ''اور اس کے نشانات میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور جو اس نے ان دونوں میں چلنے پھرنے والے جاندار پھیلا دیے اور وہ انہیں اکٹھا کرنے پر خوب قادر ہے جب وہ چاہے گا۔'' (سورۃ الشوریٰ آیت 30)
>
> چنانچہ قرآن کریم نے اس بارہ میں اصولی بات بیان فرمادی کہ کوئی نہ کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ نے زمین کے علاوہ بھی کائنات میں پیدا فرمائی ہے اور جب خدا تعالیٰ چاہے گا ان مخلوقات کا آپس میں رابطہ ضرور کروادے گا۔

کرکٹ ورلڈکپ 1975 تا 2007ء

(مکرم قیصر محمود صاحب۔ دارالعلوم جنوبی ربوہ)

ون ڈے کرکٹ کے آغاز کے کچھ عرصہ بعد ہی یہ خیال کیا جانے لگا تھا کہ اس طرز کی کرکٹ کا ورلڈکپ بھی ہونا چاہئے۔ چنانچہ کرکٹ کا پہلا ورلڈکپ 1975ء میں انگلینڈ میں کھیلا گیا اور اب تک اس کے 8 مقابلے منعقد ہو چکے ہیں۔ ماہ مارچ اور اپریل 2007ء میں ویسٹ انڈیز میں نواں ورلڈکپ منعقد ہو رہا ہے۔

آسٹریلیا تین بار، ویسٹ انڈیز دو بار اور پاکستان، انڈیا اور سری لنکا کی ٹیمیں ایک ایک بار کرکٹ کا ورلڈکپ جیت چکی ہیں۔

پہلا ورلڈکپ (1975ء)

کرکٹ کا پہلا ورلڈکپ انگلینڈ میں 1975ء میں کھیلا گیا۔ اس ورلڈکپ میں 8 ٹیمیں شامل ہوئیں۔ 60-60 اوورز کے ان میچز میں کئی ٹیمیں ون ڈے کرکٹ کو بھی ٹیسٹ کرکٹ کی طرح کھیلتی رہیں۔ ورلڈکپ کے پہلے ہی میچ میں انڈیا کے سنیل گواسکر نے 174 گیندوں پر صرف 36 رنز بنائے۔ فائنل میں ویسٹ انڈیز اور آسٹریلیا کا مقابلہ ہوا جس میں ویسٹ انڈیز نے کلائیو لائیڈ کی قیادت میں پہلا ورلڈکپ جیتنے کا اعزاز حاصل کیا۔ کلائیو لائیڈ نے 102 رنز کی اننگ کھیل کر مین آف دی میچ کو بھی اعزاز حاصل کیا۔

دوسرا ورلڈکپ (1979ء)

دوسرا ورلڈکپ بھی انگلینڈ میں ہی کھیلا گیا۔ اس ورلڈکپ میں بھی 8 ٹیمیں شامل ہوئیں۔ پاکستان کی ٹیم نے اچھی کارگردگی دیکھائی اور سیمی فائنل تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ فائنل میں ویسٹ انڈیز نے ایک بار پھر کلائیو لائیڈ کی قیادت میں مسلسل دوسری بار انگلینڈ کو ہرا کر ورلڈکپ جیتا۔ فائنل میں ویسٹ انڈیز کے ویوین رچرڈز نے 138 رنز کی اننگز کھیل کر مین آف دی میچ کا اعزاز حاصل کیا۔

تیسرا ورلڈکپ (1983ء)

تیسرا ورلڈکپ بھی انگلینڈ میں ہی کھیلا گیا۔ اس بار بھی 8 ٹیمیں اس ورلڈکپ میں شامل ہوئیں۔ ویسٹ انڈیز نے مسلسل تیسری بار فائنل کھیلنے کا اعزاز حاصل کیا۔ لیکن اس بار اسے کپیل دیو کی قیادت میں کھیلنے والی نسبتاً کمزور ٹیم کے خلاف شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ فائنل کے مین آف دی میچ مہندر امرناتھ نے آل راؤنڈ کارگردگی دیکھاتے ہوئے 26 رنز بنائے اور 3 وکٹ حاصل کیں۔

چوتھا ورلڈکپ (1987ء)

1987ء کا ورلڈکپ پہلی بار انگلینڈ سے باہر پاکستان اور انڈیا میں منعقد ہوا۔ اس ورلڈکپ میں میزبان ممالک کو سیمی فائنلز میں شکست سے دوچار ہونا پڑا اور فائنل انگلینڈ اور آسٹریلیا کے درمیان کھیلا گیا۔ جس میں ایلن بارڈر کی قیادت میں کھیلنے والی آسٹریلیا کی ٹیم نے فتح حاصل کی۔ فائنل کے مین آف دی میچ 75 رنز بنانے والے ڈیوڈ بون (آسٹریلیا) رہے۔

پانچواں ورلڈکپ (1992ء)

1992ء کا ورلڈکپ بھی مشترکہ طور پر دو ممالک نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا میں کھیلا گیا۔ یہ پہلا ورلڈکپ تھا جس میں رنگین وردی اور سفید گیند کا استعمال کیا گیا۔ انتظامات کے لحاظ سے سب سے کامیاب اس ورلڈکپ میں عمران خان کی قیادت میں کھیلنے والی بظاہر کمزور پاکستانی ٹیم نے فائنل میں انگلینڈ کو شکست دی۔ جو انگلینڈ کی کرکٹ ورلڈکپ کے فائنل میں تیسری بار شکست تھی۔ فائنل میں وسیم اکرم نے پہلے 19 گیندوں پر 33 رنز بنائے اور پھر 3 وکٹ بھی حاصل کئے۔

چھٹا ورلڈکپ (1996ء)

1996ء کا ورلڈکپ بھی مشترکہ طور پر تین ممالک انڈیا، پاکستان اور سری لنکا میں کھیلا گیا۔ اس ورلڈکپ میں سری لنکا کی ٹیم نے ارجنا رانا ٹنگا کی قیادت میں آسٹریلیا کی ٹیم کو شکست دے کر ورلڈکپ ٹرافی پر قبضہ کیا۔ تمام ورلڈکپ میں اپنی بیٹنگ کا بہترین مظاہرہ کرنے والے اروندا ڈی سلوا نے فائنل میں بھی 107 رنز کی اننگ کھیل کر مین آف دی میچ کا اعزاز حاصل کیا۔ پاکستان کو اس ورلڈکپ کے کوارٹر فائنل میں انڈیا کے ہاتھوں شکست ہوئی۔

ساتواں ورلڈکپ (1999ء)

1999ء کا ورلڈکپ ایک بار پھر انگلینڈ میں کھیلا گیا۔ اس ورلڈکپ میں ابتدائی میچز کے بعد سپر سکس راؤنڈ بھی کھیلا گیا۔ ورلڈکپ کے فائنل میں پاکستان اور آسٹریلیا کو مقابلہ ہوا۔ جس میں آسٹریلیا نے اسٹیو واہ کی قیادت میں کامیابی حاصل کر کے دوسری بار ورلڈکپ جیتنے کا اعزاز حاصل کیا۔ ٹورنامنٹ میں 20 وکٹ حاصل کرنے والے شین وارن نے فائنل میں 4 وکٹ حاصل کر کے مین آف دی میچ کا اعزاز حاصل کیا۔ لیکن پلییئر آف دی ٹورنامنٹ جنوبی افریقہ کے لانس کلوسنز رہا۔ جس نے 140.50 کی اوسط سے 281 رنز بنانے کے ساتھ ساتھ 17 وکٹیں حاصل کیں۔

آٹھواں ورلڈکپ (2003ء)

2003ء کا ورلڈکپ جنوبی افریقہ میں کھیلا گیا۔ جس میں کئی نئی ٹیموں کا بھی شرکت کا موقع ملا۔ حیران کن طور پر کینیا کی ٹیم سیمی فائنل تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ فائنل میں انڈیا اور آسٹریلیا کا مقابلہ ہوا۔ رکی پونٹنگ نے شاندار قیادت کرتے ہوئے آسٹریلیا کو تیسری بار ورلڈ چمپئن بننے میں اہم کردار ادا کیا۔ فائنل کے مین آف دی میچ رکی پونٹنگ نے 140 رنز کی اننگ کھیل کر انڈیا کو 359 رنز کا ٹارگٹ دیا۔ مین آف دی ٹورنامنٹ کا اعزاز انڈیا کے سچن ٹنڈولکر نے 673 رنز بنا کر حاصل کیا۔

نواں ورلڈکپ (2007ء)

2007ء ورلڈکپ ویسٹ انڈیز میں کھیلا جا رہا۔ اس ورلڈکپ میں کئی نئی ٹیمیں حصہ لے رہی ہیں۔ جن میں ہالینڈ، سکاٹ لینڈ، برموڈا، کینڈا اور آئرلینڈ کی ٹیمیں شامل ہیں۔ ابتدائی میچز کے بعد اس ورلڈکپ میں سپر ایٹ اسٹیج کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جس میں ممکنہ طور پر آسٹریلیا، جنوبی افریقہ، سری لنکا، انڈیا، نیوزی لینڈ، انگلینڈ، پاکستان اور ویسٹ انڈیز کی ٹیمیں آسکتی ہیں۔

پچھلے دو ورلڈکپ اور موجود پرفارمنس کے لحاظ سے آسٹریلیا اس ورلڈکپ کے لئے بھی فیورٹ ہے۔ اس کے علاوہ جنوبی افریقہ، پاکستان، انڈیا اور میزبان ویسٹ انڈیز بھی عالمی کپ جیتنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔

☆☆☆☆☆

آئی سی سی ورلڈکپ 2007ء ویسٹ انڈیز

تاریخ	گروپ	مابین
13 مارچ	D	ویسٹ انڈیز vs پاکستان
14 مارچ	A	آسٹریلیا vs سکاٹ لینڈ
〃	C	کینیڈا vs کینیا
15 مارچ	B	برموڈا vs سری لنکا
〃	D	آئرلینڈ vs زمبابوے
16 مارچ	A	ہالینڈ vs جنوبی افریقہ
〃	C	انگلینڈ vs نیوزی لینڈ
17 مارچ	B	بنگلہ دیش vs بھارت
〃	D	آئرلینڈ vs پاکستان
18 مارچ	A	آسٹریلیا vs ہالینڈ
〃	C	کینیڈا vs انگلینڈ
19 مارچ	B	برموڈا vs بھارت
〃	D	ویسٹ انڈیز vs زمبابوے
20 مارچ	A	سکاٹ لینڈ vs جنوبی افریقہ
〃	C	کینیا vs نیوزی لینڈ
21 مارچ	B	بنگلہ دیش vs سری لنکا
〃	D	پاکستان vs زمبابوے
22 مارچ	A	ہالینڈ vs سکاٹ لینڈ
22 مارچ	C	کینیڈا vs نیوزی لینڈ
23 مارچ	B	بھارت vs سری لنکا
〃	D	آئرلینڈ vs ویسٹ انڈیز
24 مارچ	A	آسٹریلیا vs جنوبی افریقہ
//	C	انگلینڈ vs کینیا
25 مارچ	B	بنگلہ دیش vs برموڈا

مؤرخہ 27 مارچ تا 21 اپریل 2007ء سیکنڈ سٹیج سپر ایٹ سیریز کے میچز ہوں گے

سیمی فائنلز

پہلا سیمی فائنل	24 اپریل	2 بمقابلہ 3
دوسرا سیمی فائنل	25 اپریل	1 بمقابلہ 4
فائنل	28 اپریل	

گروپ A: آسٹریلیا، جنوبی افریقہ، ہالینڈ، سکاٹ لینڈ

گروپ B: بنگلہ دیش، برموڈا، بھارت، سری لنکا

گروپ C: انگلینڈ، نیوزی لینڈ، کینیڈا، کینیا

گروپ D: پاکستان، زمبابوے، ویسٹ انڈیز، آئرلینڈ